قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
سیدنا ابوبکر الصدیق
سیدنا عمر الفاروق
سیدنا عثمان ذوالنورین
سیدنا علی المرتضیٰ
تحریکِ خدام اہل سنت
کا ترجمان
نظام خلافتِ راشدہ
کا داعی
حق چار یار
رضی اللہ عنہم
لاہور
زیر نگرانی
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدام اہلسنت کی دعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانیٔ تحریک خدام اہلسنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہل سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہؐ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیؐ پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہوا پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سُنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

[1] الحمد للہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

خلافت راشدہ حق چار یارؓ

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امداد اللہ

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض

تحریکِ خدّامِ اہلسنّت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ

حق چار یار رضی اللہ عنہم

لاہور

زیر سرپرستی
قائد اہلسنّت وکیل صحابہؓ مظہر شریعۃ وطریقت حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی و امیر تحریکِ خدّام اہلسنّت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول
حکیم حافظ محمّد طیّب

جلد: ۳ شمارہ: ۷ رجب ۱۴۱۱ھ

فروری ۱۹۹۱ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۶ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ } -/۲۲۰ روپے
ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ -/۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت -/۴۵ ریال

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور، مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع: افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور، مدینہ بازار ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

اس شمارے میں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اھدنا الصراط المستقیم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مکتوبات

قسط نمبر ۲

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے بعض بادشاہوں کے نام ایک مفصّل مکتوب لکھا تھا جس میں سے آخری حصہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: آخر کلام میں خاتم الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وصیّت بادشاہان اسلام کے حق میں اور خلفاء رض راشدین کی نصیحتیں حفظِ آدابِ بادشاہی کے باب میں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاداتِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم

بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رض کی روایت لکھی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں۔ ایک ان میں سے اس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ دوسرا اس کو شرّ کا حکم کرتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

وصیّت صدّیق اکبرؓ

امام ابو یوسفؒ نے ابن سابط سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدّیق رض کی وفات کا وقت قریب آیا انہوں نے حضرت عمر فاروق رض کو بلایا۔ پھر ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم اس کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ کوئی شئ تمہیں محبوب نہیں ہوگی اور اگر اس وصیت کو تم نے بھلا دیا تو موت سے زیادہ کوئی شئے تمہارے نزدیک مبغوض و مکروہ نہیں ہوگی اور تم

موت کے پنجے سے نہیں نکل سکتے۔ وہ وصیت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تم پر رات میں ایک حق ہے
کہ وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا اور ایک دن میں حق ہے جس کو رات کو قبول نہیں کرے
گا (یعنی ہر حق کو ادا کرنے کے لیے ایک وقت مقرر ہے) اللہ تعالیٰ نفل اس وقت تک قبول نہیں کرے
گا جب تک فرض کی ادائیگی نہ ہو گی۔ جن لوگوں نے دُنیا میں باطل کی پیروی کی اور باطل کی پیروی
کو معمولی چیز تصور کیا اس کی پاداش میں ان کی میزان ہلکی ہو جائیں گی اور میزان قیامت کا معاملہ یوں
ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی صورت میں ہلکی پڑتی ہے جبکہ اس میں باطل دھرا ہو اور جن لوگوں نے
دنیا میں حق کا اتباع کیا ہو گا اور اس کو اہم تصور کیا ہو گا ان کی میزان قیامت میں بھاری ہو گی۔
اور میزان میں جب حق ہو گا اس کا پلہ بھاری ہی ہو گا۔ پس اگر تم نے میری اس وصیت کو یاد کر لیا
تو کوئی غائب شئی موت کے مقابلہ میں محبوب نہیں ہو گی اور موت کا آنا یقینی ہے اور اگر اس
وصیت کو ضائع کر دیا (بھول گئے) تو کوئی غائب شئی موت سے زیادہ مبغوض نہیں ہو گی اور تم اس
کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے (وہ تم پر غالب آکر رہے گی)

وصیت فاروق اعظمؓ

امام ابو یوسفؒ نے زبید سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ
نے وصیت کی تو فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت
کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی اور وصیت کرتا ہوں مہاجرین اولین کے بارے میں ان کا حق پہچانا جائے
اور ان کی کرامت (بزرگی) اور عظمت محفوظ رکھی جائے اور وصیت کرتا ہوں انصار کے بارے میں۔
وہ انصار جنہوں نے دار وایماں میں ٹھکانہ پکڑا۔ ان کی خوبیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کی لغزشوں
سے درگزر کیا جائے اور اولادِ انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ اسلام
کی جڑ اور عدو (دشمن) کے غصّے کا سبب ہیں کہ ان سے ان کی رضامندی کے بغیر ان کا زائد
مال وصول نہ کیا جائے اور اعراب (یعنی دیہاتیوں) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ وہ اعراب
جو اصل عرب میں اور اسلام کے لیے مرکز طاقت ہیں کہ خلیفہ ان کے اموال کرلے کر ان کے فقرا پر
تقسیم کر دے اور میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے عہد کی پاسداری کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ
ذمیوں (یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر لیں) کے عہد کو پورا کیا جائے
اور ان کی حفاظت کے لیے مقاتلہ کیا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ حکم نہ دیا جائے۔

وصیّت حضرت عثمانؓ

امام ابو یوسفؒ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کے آزاد شدہ غلام حضرت ہانی کی روایت نقل کی ہے کہ جب کبھی حضرت عثمانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے تو زار زار روتے تھے یہاں تک کہ آپؓ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اس پر روتے نہیں، قبر پر کیوں رویا کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ پس جو اس منزل سے نجات پا گیا سمجھ لو کہ اس کے بعد معاملہ آسان ہے اور اگر یہاں سے نجات نہیں ملی تو اس کے بعد کی منزل اس سے زائد سخت ہے۔

وصیّت حضرت علیؓ

امام ابو یوسفؒ نے عطاء بن ابی رباح سے نقل کیا ہے کہ عطاء نے کہا۔ حضرت علیؓ جب کوئی لشکر روانہ کرتے تو اس لشکر کے ایک شخص کو امیر بناتے پھر اس کو یہ وصیت کرتے تھے کہ میں تجھے اس خدا سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں جس کی ملاقات یقینی ہے اور اس کے علاوہ تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ دُنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ میں تجھ کو جس کام کے لیے روانہ کر رہا ہوں تیرے اوپر اس کی انجام دہی ضروری ہے اور تیرے اُوپر ایسے امور کی پابندی لازم ہے جو باعث قربِ خداوندی ہوں اس لیے کہ خدا کے یہاں دُنیا کے ہر کام کا بدلہ ہے۔"

یہ کچھ چیزیں بطریق استعجال (جلدی) تحریر ہوئی ہیں۔ اگر ان کلمات کی جانب آنجناب کی توجّہ محسوس ہوئی تو بعض مطالب تفصیلاً پہنچیں گے۔ والحمد للہ اوّلاً و اٰخراً و ظاہراً و باطناً۔

(مکتوب ۲ از ص ۹۴ تا ص ۹۸)

تبصرہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے دَور کے مجدّد ہیں۔ آپ اپنے وقت کے سلاطینِ اسلام کو ان کی اور رعایا کی اصلاح کے لیے نصیحتیں فرماتے ہیں اور حضور خاتم النبیّین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشادات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چار خلفاءِ راشدین امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنّورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی وصیتوں کے ذریعہ ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ قیامت تک کے مسلم سربراہانِ مملکت کے لیے اسلامی حکومت کا معیاری نمونہ خلافت

راشدہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی اُمت کو ان کے طریقے کی اتباع کا حکم فرمایا ہے

چنانچہ حدیث میں ہے :

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔

(مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ
ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ ابن ماجہ)

میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس (اس وقت) تم پر میری سُنت (کی اتباع) لازم ہے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءؓ راشدین کی سُنت (کی اتباع) لازم ہے ۔ اس کے ساتھ تمسک اختیار کرو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ علی قاری حنفی محدث لکھتے ہیں :

قیل ھم الخلفاء الاربعۃ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ وقد انتھی بخلافۃ علی کرم اللہ وجھہ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۲۴۲)

(اور اس حدیث کے تحت کہا گیا ہے کہ وہ (یعنی خلفاءؓ راشدین) خلفاء اربعہ ہیں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنھم کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہو گی اور یہ مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو جاتی ہے)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ گو اس تیس سال کی مدت میں حضرت امام حسنؓ کی چھ ماہ کی مدت خلافت شامل ہے لیکن ان کی خلافت خلافتِ راشدہ کا تتمہ ہے ۔ قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ کا مصداق صرف چار خلفاءؓ راشدین ہیں ۔ بہر حال حدیث نبوی میں خلفاءؓ راشدین کی سُنت (طریقہ) کی اتّباع کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی اس حدیث نبوی کے تحت بادشاہوں کو ان کی اتباع کی تاکید فرماتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کے سیاسی زعماء اور اصحابِ اقتدار کتاب وسنت کی پیروی کا تو نعرہ لگا دیتے ہیں لیکن خلفاءؓ راشدین کی اتباع کا نام نہیں لیتے الا ماشاء اللہ ۔ شیعہ اور خارجی تو اس

حدیث کی اتباع کو لازم نہیں سمجھتے کیونکہ شیعہ پہلے تین خلفاءؓ راشدین کی خلافت راشدہ ہی کے سرے سے منکر ہیں حتیٰ کہ اپنے خود ساختہ کلمہ و اذان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے خلیفۃ بلا فصل کا اعلان کر کے ان تین خلفائےؓ راشدین کی خلافت راشدہ کی نفی کرتے ہیں العیاذ باللہ اور دورِ حاضر کے خارجی گو بظاہر حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کو مان لیتے ہیں لیکن ان کی خلافت راشدہ کو مختلف پہلوؤں سے مجروح کر کے ان کی اتباع کو لازم نہیں قرار دے سکتے۔ باقی رہے اہلسنّت والجماعت تو وہ ان چاروں خلفاءؓ راشدین کی خلافت راشدہ پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن پاکستان کے سُنّی سیاسی زعماء اور اربابِ حکومت خواہ وہ صدر ہوں یا وزیر اعظم، صوبائی وزرائے اعلیٰ ہوں یا قومی اسمبلی کے ممبران اپنی سیاسی اغراض اور ذاتی اور پارٹی مادی مفادات اور بے حسی اور بزدلی کی وجہ سے خلفاءِ راشدین کی اتباع کا نام نہیں لیتے۔ خواہ وہ صدر غلام اسحٰق خان ہوں یا موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف۔ گویا کہ یہ اپنے عقیدے کے خلاف سیاست بازی اور حکومت کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران اہلسنّت کے ووٹوں سے کامیاب ہوتے ہیں لیکن کامیابی کے بعد نہ ان کو عوام اہلسنّت یاد رہتے ہیں نہ اہلسنّت کے عقائد و اصول۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خادمِ اہلسنّت مظہر حسین غفرلہ

۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ / ۴ فروری ۱۹۹۱ء

حکیم حافظ محمد طیب صاحب

وفیات

علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے معروف عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحبؒ انتقال فرما گئے

علماء پاک و ہند سے شاید کوئی عالم ایسا ہو جو مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی جلالت شان اور تبحر علمی سے واقف نہ ہو۔ آپ محدث کبیر علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (انڈیا) میں علامہ انورشاہ صاحبؒ سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد اسی مدرسہ میں ایک سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اور پھر اپنے آبائی گاؤں مرمن پور ضلع اٹک تشریف لے آئے اور اپنے ہی گاؤں میں لوجہ اللہ تدریس شروع فرمائی مگر اہلِ علم کے شدید اصرار پر جامع مسجد شیرانوالہ، گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور دس سال تک طلباءِ علوم نبویہ کو علمِ حدیث اور دیگر درسی کتب پڑھاتے رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت کے تبحر علمی کا شہرہ دُور دُور تک پھیل گیا اور شائقین علم دین اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ راقم الحروف کے والد محترم حضرت مولانا حافظ محمد نواز صاحب مدظلہ نے گوجرانوالہ ہی میں حضرت مولانا سے مشکوٰۃ اور دیگر کتب پڑھیں اور حضرت کا مشفقانہ تعلق ہمارے خاندان سے وصال تک قائم رہا۔

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے تدریسی کمالات کے ساتھ ساتھ تصنیفی کمالات سے بھی نوازا تھا اور آپ نے متعدد علمی تصانیف رقم فرمائیں مگر کچھ عرصہ پہلے جب مماتی ٹولے نے دیوبندیت کا لیبل لگا کر اکابر علماءِ دیوبند کے عقیدۂ حیات انبیاءؑ کی تردید شروع کی اور اس فتنہ میں بڑے بڑے بزعم خود محققین اور مدرسین بھی مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ عقائد علماء دیوبند پر مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی نہایت جامع تصنیف المہند علی المفند کی تردید کی بھی ناپاک جسارت کر ڈالی بلکہ جرأت و بیباکی یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنے رسائل میں یہاں تک لکھ مارا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عندالقبر کا عقیدہ رکھے وہ کافر و مشرک ہے (معاذاللہ) تو حضرت مولانا کی ایمانی غیرت نے یہ توہین گوارا نہ

فرمائی اور ایک معرکۃ الآراء کتاب "ارشاد العلماء" کے نام سے تصنیف فرما کر منکرین حیات النبیؐ کے باطل ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا اور ایسے مُسکت اور دندان شکن جواب دیے کہ مماتی ٹولے کو آج تک اس کی تردید کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرتؒ نے اس کتاب میں مسلک علماء دیوبند کی ترجمانی کا حق ادا فرما دیا ہے۔ تمام اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں بلکہ یہ کتاب عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

یوں تو حضرت مولانا ۶۰ سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے مگر آخری تیرہ سال صرف بخاری شریف وغیرہ پڑھاتے رہے۔ حضرت مولانا مختصر علالت کے بعد ستانوے سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے اور حضرت کے نہایت محبوب شاگرد اور قابلِ احترام بزرگ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور نمازِ جنازہ میں سینکڑوں علماء اور ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت فرمائی اور پُرنم آنکھوں سے علم وعرفان کے اس ماہتاب کو ریاض الجنۃ کے حوالے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ محض اپنی رحمت سے حضرت مولاناؒ کی علمی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند درجات نصیب فرمائے۔ ان کے لواحقین اور متوسلین کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۔ مولانا سید نجم الحسن تھانوی صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان انتقال فرما گئے

حضرت تھانوی صاحبؒ کے قریبی رشتہ دار اور سہارنپور سے فارغ التحصیل شعلہ بیان مقرر حضرت مولانا نجم الحسن تھانویؒ گذشتہ دنوں اپنے ایک عزیز کی بیمار پرسی کے لیے کراچی تشریف لے گئے تھے مگر حضرت کا یہ سفرِ کراچی سفرِ آخرت ثابت ہوا۔ اچانک حرکتِ قلب بند ہوگئی اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرتؒ پاکستان تشریف لے آئے۔ جامعہ اشرفیہ کے بانی اور حضرت تھانویؒ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو

گئے اور مولانا مفتی صاحب رحؒ سے یہ تعلق ان کے وصال تک قائم رہا اور تادمِ حیات حضرت تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین کی صدارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور ہمیشہ جامعہ اشرفیہ میں اور مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہے۔ اس دفعہ بھی حسب معمول آخری دُعا حضرتؒ ہی نے فرمائی تھی مگر کیا معلوم تھا کہ حضرت کی یہ دعا اس مجلس کی آخری دُعا ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

۲۔ تحریکِ خدام اہلسنت کے کارکن صوفی غلام یٰسین صاحب بھکر والے انتقال فرما گئے

تمام جماعتی احباب کے لیے یہ خبر انتہائی صدمہ کا باعث ہے کہ تحریکِ خدام اہلسنت کے انتہائی سرگرمِ عمل اور مخلص کارکن صوفی غلام یٰسین صاحب مختصر علالت کے بعد اچانک انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وکیلِ صحابہ حضرتِ اقدس امیر تحریکِ خدام اہلسنت پاکستان سے صوفی صاحب کا تعلق عشق کی حد تک تھا۔ جماعتی مشن کے لیے نہایت اخلاص سے دن رات مصروفِ عمل رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازیں۔ آمین۔

۳۔ مولانا ایثار القاسمی شہید کر دیے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

پاکستان کی سُنّی آبادی میں اس خبر سے اضطراب کی لہر دوڑ گئی کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی جامع مسجد کے خطیب ممتاز عالمِ دین اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے روحِ رواں، قومی اسمبلی کے ممبر حضرت مولانا ایثار القاسمی کو دس جنوری بروز جمعرات تین بجے کے قریب اس وقت شہید کر دیا گیا جبکہ موصوف ایک پولنگ سٹیشن کے معائنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تعاقب میں آنے والی کار سے ایک شقی القلب دہشت گرد نے فائر کر دیا۔ ایک گولی مولانا کی پیشانی میں پیوست ہو گئی جبکہ دوسری گولی سر پر لگی اور ہسپتال پہنچنے

سے پہلے ہی مولانا خالق حقیقی سے جاملے۔ مولانا کے اس سفاکانہ اور بہیمانہ قتل کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ اس سے پہلے گذشتہ فروری میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اور بانی مولانا حق نوازؒ کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا اور گیارہ ماہ گذرنے کے باوجود مولانا کے نامزد قاتل گرفتار نہ ہو سکے کہ انجمن سپاہ صحابہؓ کو یہ دوسری عظیم قربانی دینی پڑی۔ اگر انصاف سے تجزیہ کیا جائے تو ان دونوں علماء کا قتل ایک ہی سازش کی کڑی ہے۔ مولانا حق نوازؒ نے بروقت انتظامیہ کو آگاہ کر دیا تھا کہ ۲۰ اور ۲۵ فروری کے درمیان مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ۲۲ فروری کو مولانا شہید ہو گئے مگر انتظامیہ نے مولانا کی اس بروقت اطلاع کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ اسی طرح مولانا قاسمی نے بھی حکومت کو مطلع کر دیا تھا کہ میرے قتل کے لیے ایک ملک سے کمانڈوز جھنگ میں پہنچ چکے ہیں مگر حسبِ معمول اس انتباہ کا بھی انتظامیہ نے کوئی نوٹس نہ لیا اور حکومت کی اس غفلت سے امتِ مسلمہ دو عظیم سُنی رہنماؤں سے محروم ہو گئی اور یہ جانبداری اسی طرح جاری رہی تو خطرہ ہے کہ یہ دہشت گرد مزید علماء کرام کو شہید کرنے کی ناپاک جسارت کریں گے اور اس طرح یہ ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گا۔ ہم حکومت سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ مولانا ایثار القاسمی کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دے کر اہل سنت کے اضطراب کو رفع کرے ورنہ ملک میں جو بدامنی پیدا ہو گی اس کی ذمہ داری حکومت پر ہو گی۔

ممتاز عالم دین جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن عارضہ قلب سے اچانک انتقال کر گئے۔

مولانا مرحوم کا تعلق علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے معروف علمی خاندان سے تھا۔ مولانا مرحوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ، سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے فرزندِ ارجمند تھے اور حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے داماد تھے۔ حضرت بنوریؒ کے وصال کے بعد جامعہ اسلامیہ کے نگران اعلیٰ کی حیثیت سے مولانا نے جامعہ کی ترقی کے لیے خوب کام کیا اور کراچی میں مسلک اہلسنت کی حفاظت کے لیے دن رات مصروف رہتے تھے۔ حضرتؒ کے وصال سے اہلسنت والجماعت ایک عظیم مدبر راہنما سے محروم ہو گئے۔ ادارہ حق چار یارؓ ان اکابر کے متوسلین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین

پیمبر اور صحابہؓ ماہ و اختر — صحابی کالنجوم ارشادِ اطہر
مجسم صدق کوئی عدل پیکر — سخاوت میں کوئی ہمت میں بڑھ کر

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

رفیقِ مصطفےٰ صدیقِ اکبرؓ — عمرؓ عدلِ مجسم فیض گستر
غنیؓ بحرِ سخاوت کے شناور — علیؓ درجِ خلافت کے ہیں گوہر

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

حقیقت میں عتیق النار ہیں وہ — اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّار ہیں وہ
شہیدِ جذبۂ ایثار ہیں وہ — علیِ حیدر کرارؓ ہیں وہ

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمان و حیدرؓ

ابوبکرؓ عاشقِ محبوبِ اکبر — عمرؓ اسلام کے فاروقِ اعظم
ہیں ذوالنورین عثمانِ مکرم — علی شیرِ خدائے ہر دو عالم

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمان و حیدرؓ

وزیرِ خسروِ ارض سماوہ — مشیرِ تاجدارِ انبیاء وہ
قمر! کانِ حیا، جانِ وفا وہ — درِ بحرِ علوم مصطفےٰ ﷺ وہ

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمان و حیدرؓ

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

قمر یزدانی

(حضرت مولانا) قاضی مظہر حسین صاحب

مولانا قاضی شمس الدین درویش اور مزیدی ٹولہ

قسط نمبر ،

مسئلہ نامزدگی اور حکیم صاحب یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ کوئی خلیفہ اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نامزد کر دے تو شرعاً جائز ہے لیکن قاضی شمس الدین صاحب اور حکیم محمود احمد صاحب ظفر نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے بارے میں مقدمہ ابن خلدون کی عبارت سے جو نتیجہ اخذ کیا تھا وہ بالکل غلط تھا جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے اب حکیم صاحب کی ایک اور نادر تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں: اگر سیدنا ابوبکرؓ کے سیدنا عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنے سے وہ صحیح خلیفہ ہو جاتے ہیں اور سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کو نامزد کرنے سے پوری امت ان کو خلیفہ مان لیتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے یزید کو نامزد کرنے سے یزید کی خلافت کو صحیح نہیں مانا جاتا بلکہ سیدنا معاویہؓ کو بھی اعتراضات کا ہدف بنایا جاتا ہے لیکن اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے بالکل یزید کو نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلافت اسلامیہ کے تمام صوبوں کے ارباب حل وعقد کے باہمی مشورہ سے اس کو ولی عہد مقرر کیا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک دو نے مخالفت بھی کی ہو حالانکہ کسی نے بھی مخالفت نہیں کی تھی) لیکن اگر سیدنا علیؓ اہل الحل والعقد کے بیعت نہ کرنے کے باوجود خلیفہ ہو سکتے ہیں (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۷۹) تو ایک دو حضرات کی مخالفت کے باوجود یزید خلیفہ کیوں نہیں ہو سکتے الخ (سیدنا معاویہ ج ۱ ص ۴۸۷ - ۴۸۸)۔

(۲) اور یہ حکیم صاحب جلد دوم میں بھی لکھتے ہیں کہ: ان پانچ خلفاء راشدین کے عمل سے معلوم

ہوا کہ خلیفہ کا تقرر دو طریقوں سے ہو سکتا ہے (۱) اہل الحل والعقد کی مشاورت سے (۲) خلیفہ کی نامزدگی سے۔ یہ نہیں کہ نامزد خلیفہ کی حیثیت اسلام میں کم ہے اور شوریٰ سے منتخب شدہ خلیفہ کی زیادہ۔ اگر سیدنا ابوبکرؓ کے سیدنا عمرؓ کو نامزد کرنے سے وہ صحیح خلیفہ ہو جاتے ہیں اور سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ نامزد کرنے سے پوری امت ان کو خلیفہ مان لیتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے یزید کو خلیفہ نامزد کرنے سے یزید کو صحیح خلیفہ نہیں مانا جاتا الخ

تبصرہ

(۱) حکیم صاحب نے یہ ظلم کیا ہے کہ نامزدگی کے مسئلہ میں حضرت فاروق اعظم اور یزید کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہاں فاروق اعظمؓ اور کہاں یزید۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس لیے بھی نامزد فرمایا تھا کہ حضرت صدیقؓ کے بعد حضرت فاروقؓ افضل امت تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ خلافت خاصہ کے لوازم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واز لوازم خلافت خاصہ آں است کہ خلیفہ افضل امت باشد در زماں خلافت خود عقلاً ونقلاً الخ اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ (ایسا شخص ہو جو) اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو عقلاً ونقلاً) (ازالۃ الخفاء مترجم ج اول ص ۶۴۔ ترجمہ: امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ) اسی سلسلے میں حضرت شاہ صاحبؒ محدث لکھتے ہیں: حضرت صدیقؓ نے فاروق اعظمؓ کو خلیفہ کرتے وقت (جبکہ لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ (خدا کو کیا جواب دیجئے گا۔ حضرت عمرؓ جب ہم پر خلیفہ بنیں گے تو اور زیادہ سختی و درشتی کریں گے) فرمایا کیا تم مجھے پروردگار کا خوف دلاتے ہو۔ میں خدا کو یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ میں نے امت پر خلیفہ بنایا اس شخص کو جو تیری مخلوقات میں سب سے بہتر تھا الخ (ایضاً ازالۃ الخفاء ص ۶۸) (۲) حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت پر تو اجماع ہوا ہے اور یزید کی ولی عہدی کو بھی پانچ جلیل القدر صحابہؓ نے تسلیم نہیں کیا اور پھر سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مخالفت کی اور کربلا۔ حرہ اور محاصرہ مکہ کے حادثات پیش آئے۔

(۴) یہ بھی حکیم صاحب کی عجوبۂ زمانہ تحقیق ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کو نامزد

کیا تھا۔ حالانکہ حضرت حسنؓ نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں صلح کرائی تھی (اور بخاری شریف کی یہ حدیث حکیم صاحب نے بھی کتاب میں نقل کی ہے) اور آپ نے اپنی خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کی بیعت کر لی تھی اور اسی طرح حضرت امام حسینؓ نے بھی حضرت معاویہؓ کی بیعت کر لی تھی (جیسا کہ شیعہ مذہب کی کتاب رجال میں بھی مذکور ہے) اور حضرت معاویہؓ کی خلافت کی بیعت تو اس سے پہلے حکمین کے فیصلے کے بعد ہی ہو چکی تھی۔ چنانچہ (۱) طبقات ابن سعد مترجم جلد ۳ ص ۲۱۵ میں لکھا ہے: عمروؓ بن العاص نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو آگے کیا۔ انہوں نے گفتگو کی اور علیؓ کو معزول کر دیا۔ عمروؓ بن العاص نے گفتگو کی انہوں نے معاویہؓ کو برقرار رکھا اور ان سے بیعت کر لی۔

(۲) تاریخ طبری مترجم حصہ سوم ص ۳۹۹ میں ہے: فیصلہ کے بعد (حضرت) عمروؓ اور شامی (حضرت) معاویہؓ کے پاس واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے (حضرت) معاویہؓ کو خلافت سونپ دی۔"

(۳) مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں: امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ (حضرت) معاویہؓ نے بعد فیصلہ حکمین اپنی خلافت کی بیعت لی تھی۔ (تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ اول ص ۵۵۵) (۴) حافظ ابن حجر مکی (المتوفی ۹۷۴ھ) حضرت معاویہؓ کے متعلق لکھتے ہیں: واقعہ تحکیم کے بعد اپنے کو خلافت کے ساتھ نامزد کیا (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۵۔ بحوالہ النجم لکھنؤ ۲۱/۲ رمضان ۱۳۴۹ھ)

(۵) تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۴ پر ۳۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے: وکان اهل الشام ينتظرون بعد صفين امر الحكمين فلما تفرقا بايع اهل الشام معاويةؓ بالخلافة ولم يزدد الا قوة: جنگ صفین کے بعد اہل شام حکمین کے فیصلہ کا انتظار کر رہے تھے جب وہ دونوں متفرق ہو گئے تو اہل شام نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی بیعت کر لی اور آپ کی قوت میں اضافہ ہو گیا جب امام حسنؓ کی دستبرداری سے پہلے حضرت معاویہؓ خلیفہ بن چکے تھے تو پھر امام حسنؓ نے ان کو کس منصب کے لیے نامزد کیا۔ جب یزید میں حکیم محمود احمد ظفر اتنے مغلوب

ہو چکے ہیں کہ وہ واقعات وحقائق کا انکار کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے

ابن حجر مکی رحؒ کے حوالہ میں بددیانتی

حکیم صاحب لکھتے ہیں : ایک اور مقام پر علامہ ابن حجر مکیؒ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کے صحیح اور حق ہونے پر بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں کہ سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کو امورِ خلافت سپرد کرنے کے بعد سیدنا معاویہؓ صحیح معنوں میں خلیفہ ہو گئے تھے اور وہ خلیفہ حق اور امام صادق تھے ۔ علامہ کے الفاظ میں : فالحق ثبوت الخلافۃ لمعاویۃ من حینئذٍ وانہ بعد ذلک خلیفۃ حق وامام صدق ؛ صحیح اور حق بات یہ ہے کہ سیدنا حسنؓ کی صلح کے بعد سیدنا معاویہؓ کی خلافت صحیح معنوں میں ثابت ہے اور اس صلح کے بعد وہ خلیفہ حق اور امام صادق ہیں ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۱۶) اور میں نے بھی خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۰۲ پر لکھا ہے : اسی طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق تمام ملتِ اسلامیہ نے خلیفہ تسلیم کر لیا تو اب اگر کوئی شخص (خواہ کسی بھی لباس میں ہو) حضرت معاویہؓ کی شخصیت کو مجروح کرے گا (جیسا کہ فرقہ شیعہ کے بعد مودودی صاحب نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں اس جرم کا ارتکاب کیا ہے) تو ہم عقیدہ اہل السنت والجماعت کی بنا پر حضرت معاویہؓ کا پورا پورا دفاع کریں گے جیسا کہ بندہ نے اپنی کتابوں "مودودی مذہب اور علمی محاسبہ وغیرہ میں یہ فریضہ ادا کیا ہے اور خارجی فتنہ حصہ اول کی یہ عبارت میں نے "دفاع حضرت معاویہؓ" ص ۱۸۴ پر بھی درج کر دی ہے ۔ لیکن حکیم ظفر صاحب کی یہاں بددیانتی یہ ہے کہ انہوں نے حافظ ابن حجر مکیؒ کی حسب ذیل عبارت کو نظر انداز کر دیا ہے جو ان کے موقف کے بالکل خلاف ہے : ومن اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ ایضا ان معاویۃ رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی خلیفۃ وانما کان من الملوک وغایۃ اجتہادہ انہ کان لہ اجر واحد علی اجتہادہ واما علی فکان لہ اجران اجرٌ علی اجتہادہ واجر علی اصابتہ بل عشرۃ اجور لحدیث اذا اجتہد المجتہد فاصاب فلہ عشرۃ اجور واختلفوا فی امامۃ معاویۃ بعد موت علی رضی اللہ عنہ فیقل صار اماماً وخلیفۃ لان البیعۃ قد تمت لہ وقیل لم یصر اماما لحدیث ابی داؤد والترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم تصیر ملکا وقد انقضت الثلاثون بوفاۃ علیؓ وانت خبیر بما قدمت ان الثلاثین لم تتم بموت علیؓ...

وتتم الثلثون بمدۃ خلافۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ـــــ فالحق ثبوت الخلافۃ لمعاویۃ من حینئذ وانہ بعد ذلک خلیفۃ حق وامام صدق ـــــ وفئۃ معاویۃ وان کانت ھی الباغیۃ لکنہ بغی لا فسق بہ لانہ انما صدر عن تاویل یعذر بہ اصحابہ الخ" (الصواعق المحرقۃ ص ۱۲۹ - ۱۳۰) - اور اہل السنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں حضرت معاویہؓ خلیفہ نہ تھے اور آپ ملوک (بادشاہوں) میں سے تھے۔ البتہ آپ چونکہ مجتہد تھے اس لیے ان کو اپنے اجتہاد پر ایک درجہ ثواب ملے گا اور حضرت علیؓ کو دو اجر ملیں گے۔ ایک ان کے اجتہاد کی وجہ سے اور دوسرا ان کے اجتہاد کے صحیح ہونے کی وجہ سے بلکہ اس حدیث کی بنا پر ان کو دس اجر ملیں گے کہ جب کسی مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا ہے تو اس کو دس اجر ملتے ہیں اور حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ کی امامت (خلافت) کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض کے نزدیک آپ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے کیونکہ آپ کی بیعت مکمل ہو گئی تھی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کی وجہ سے امام (خلیفہ) نہ بن سکے تھے کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر بادشاہی ہو جائے گی اور حضرت علیؓ کی وفات پر تیس سال پورے ہو گئے تھے اور جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا ہے اور تو جانتا ہے کہ حضرت حسنؓ کی خلافت کی مدت پر تیس سال پورے ہوتے ہیں اور حق یہ ہے کہ امام حسنؓ کی خلافت (سے دستبرداری) کے بعد سے حضرت معاویہؓ کی خلافت ثابت ہے اور اس کے بعد آپ برحق اور سچے امام ہیں ـــــ اور حضرت معاویہؓ کا لشکر اگرچہ باغی تھا لیکن ان کی بغاوت کے ساتھ فسق نہیں ہے کیونکہ آپ نے تاویل کے ساتھ اختلاف و قتال کیا ہے اس لیے وہ معذور ہیں الخ۔

فرمایئے - ابن حجر مکیؒ نے تو دو باتوں کی وضاحت کر دی ہے کہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں (باوجود بیعت کر لینے کے) حضرت معاویہؓ خلیفہ نہ تھے بلکہ آپ ایک ملک (بادشاہ) تھے البتہ امام حسنؓ کی صلح کے بعد آپ برحق خلیفہ ہو گئے اور دوسری بات یہ کہ آپ کا گروہ باغی تھا لیکن خلیفہ راشد حضرت علیؓ سے یہ جنگ تاویل و اجتہاد کی بنا پر تھی اس لیے وہ لوگ بوجہ معذور ہونے کے فاسق نہیں ہیں۔ کیا حکیم صاحب اور جناب درویش صاحب حافظ ابن حجر مکیؒ پر بھی سبائیت کا فتویٰ لگائیں گے کیونکہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو باغی لکھا ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انعقادِ خلافت کے چار طریقے لکھے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ خلافت چار طریقوں سے منعقد ہوتی ہے۔ **پہلا طریقہ**: اہل حل وعقد یعنی عالموں اور قاضیوں اور سرداروں اور نامور لوگوں کا بیعت کر لینا ہے (انعقادِ خلافت کے لیے صرف انہیں اہل حل وعقد کا بیعت کر لینا کافی ہے) جو کہ باسانی موجود ہو سکیں۔ تمام بلادِ اسلامیہ کے اہل حل وعقد کا متفق ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ محال ہے اور ایک دو آدمیوں کا بیعت کر لینا بھی (انعقادِ خلافت کے لیے) مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا ہے جس نے بدون مشورہ کے کسی سے بیعت کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے بخوف اس کے کہ یہ دونوں (بحکم شریعت) قتل کر دیے جائیں گے (یعنی بے مشورہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا) حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کا انعقاد اسی پہلے طریقہ پر یعنی اہل حل وعقد کے بیعت کر لینے سے ہوا ہے۔

دوسرا طریقہ: (انعقادِ خلافت کا) خلیفہ کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنا دینا جو خلافت کی شرطوں کا جامع ہو یعنی خلیفۂ عادل بمقتضائے خیر خواہی اسلام ایک شخص کو ان لوگوں میں سے جو شرائط خلافت کے جامع ہوں منتخب کرے اور لوگوں کو جمع کر کے (سب کے سامنے) اس کے استخلاف پر نص کر دے اور (مسلمانوں کو) اس کے اتباع کرنے کی وصیت کرے۔ پس یہ شخص (جس کو خلیفہ نے خلافت کے لیے منتخب کیا ہے) ان تمام لوگوں میں سے جو جامع شرائط (خلافت) ہیں مخصوص ہو جائے گا اور قوم کو لازم ہوگا کہ اس شخص کو خلیفہ بنائے۔ حضرت فاروق (اعظم) رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد اسی طریقہ سے ہوا تھا۔

تیسرا طریقہ: انعقادِ خلافت کا) شوریٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ جامعین شرائط (خلافت) کی ایک جماعت میں خلافت کو دائر کر دے اور کہہ دے کہ اس جماعت میں سے جس کو (اہل مشورہ) منتخب کر لیں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پس خلیفہ کی وفات کے بعد (اہل شوریٰ) مشورہ کریں اور (اس جماعت میں سے) ایک شخص کو خلیفہ معین کر لیں اور اگر (خلیفہ سابق) اس انتخاب کے لیے کسی (خاص) شخص کو یا کسی (خاص) جماعت کو مقرر کر دے تو اس شخص یا اس جماعت کا انتخاب کرنا ہوگا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت کا انعقاد اسی طریقہ سے ہوا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے

خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان دائر کر دیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد آخر کو ان چھ شخصوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ معیّن کرنے کے لیے عبد الرحمٰن بن عوفؓ مقرر ہوئے اور انہوں نے حضرت ذوالنورینؓ کو خلافت کے لیے منتخب کیا۔

چوتھا طریقہ: (انعقادِ خلافت کا) استیلاء ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب خلیفہ کی وفات ہو جائے اور کوئی شخص بغیر اہل حل وعقد کے بیعت کیے ہوئے اور بغیر خلیفہ سابق کے استخلاف کے خلافت کو لے لے اور سب لوگوں کو تالیف قلوب یا جنگ وجبر سے اپنے ساتھ کرے تو یہ شخص خلیفہ ہو جائے گا اور اس کا جو فرمان شریعت کے موافق ہوگا اس کی بجا آوری سب لوگوں پر لازم ہوگی اور اس (چوتھے طریقے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ استیلاء کرنے والا (خلافت) کی شرطوں کو جامع ہو اور بغیر ارتکاب کسی ناجائز امر کے (صرف) صلح اور تدبیر سے مخالفوں کو (مزاحمت سے) باز رکھے۔ یہ قسم عند الضرورت جائز ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافت کا انعقاد حضرت علی المرتضیٰؓ کی وفات کے بعد اور حضرت امام حسنؓ کے صلح کر لینے کے بعد اسی طرح سے ہوا تھا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ استیلاء کرنے والا خلافت کی شرطوں کو جامع نہ ہو (اور خلافت میں) نزاع کرنے والوں کو بذریعہ قتال اور ارتکاب فعل حرام کے (مزاحمت سے) باز رکھے۔ یہ (قسم) جائز نہیں ہے اور اس کا کرنے والا عاصی ہے لیکن اس خلیفہ کے بھی ان احکام کا قبول کرنا واجب ہے جو شرع کے موافق ہوں اور اس کے عامل اگر زکوٰۃ وصول کر لیں تو مال کے مالکوں سے (زکوٰۃ) ساقط ہو جائے گی اور اس کے قاضیوں کا حکم نافذ ہوگا اور اس (خلیفہ) کے ساتھ (شریک ہو کر کافروں سے) جہاد کر سکتے ہیں اور (چونکہ) اس کی خلافت کا انعقاد بوجہ ضرورت کے ہے (اس لیے اس خلیفہ کو معزول نہ کریں گے کیونکہ اس کے معزول کرنے میں مسلمانوں کی جانیں تلف ہوں گی اور سخت فتنہ وفساد لازم آئے گا اور (پھر) یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ ان مصائب کا نتیجہ نیک ہو یا نہ ہو (بلکہ) احتمال ہے کہ (اس) پہلے (خلیفہ) سے بھی زیادہ بدتر کوئی دوسرا شخص غالب ہو جائے۔ بس ایک موہوم اور احتمال مصلحت کے لیے ایسے فتنے کا ارتکاب کیوں کیا جائے جس کی قباحت یقینی ہے۔ عبد الملک بن مروان اور خلفائے بنی عباس میں سے پہلے خلیفہ کی خلافت کا انعقاد اسی طرح ہوا تھا۔ حاصل یہ کہ انعقاد خلافت انہی چار طریقوں میں منحصر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ایک ہی شخص اپنے زمانہ میں خلافت

کی شرطوں کا جامع ہو یا شرائط خلافت سے متصف تو کئی آدمی ہوں مگر یہ شخص سب سے افضل ہو (پھر بھی) اس کی خلافت (چار) مذکورہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے بغیر منعقد نہ ہوگی کیونکہ (جامع شرائط خلافت ہونے یا جامعین شرائط میں سب سے افضل ہونے کی) جو صفت اس میں ہے صرف اس صفت سے بغیر تسلط (حاصل کیے ہوئے) یا (بغیر اہل حل وعقد کی) بیعت کے لوگوں کا اختلاف دُور نہیں ہوسکتا نہ فتنہ فرو ہوسکتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے کے بعد صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت (ابوبکر) صدیق رضؓ سے بیعت کرنے میں مبادرت کی اور (صرف) ان کی فضیلت پر اکتفاء نہ کیا الخ (ازالۃ الخفاء مترجم حصہ اول ص ۲۳ تا ۲۶)

حضرت محدث دہلویؒ نے خلافت کے انعقاد کے لیے چار طریقے تبلائے ہیں لیکن حکیم صاحب نے صرف دو طریقے لکھے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت دہلویؒ نے حضرت معاویہؓ کے انعقاد خلافت کو استیلاء قسم اوّل میں شمار کیا ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور حافظ ابن حجر مکیؒ کی عبارت جو حکیم صاحب نے اپنی کتاب "سیدنا معاویہ ج ۲ صـ۲۸۲ پر نقل کی ہے کہ:

سیدنا معاویہؓ بھی اگر غلبہ واستیلاء سے سندِ خلافت پر قابض ہوئے ہوتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور صراحت کے ساتھ یا کم از کم اشارتاً بیان فرما دیتے۔ جب آپ نے ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا بلکہ صراحت کے ساتھ ایسے امور کی خبر دی ہے جو ان کی خلافت کے برحق اور صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سیدنا حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد سیدنا معاویہ خلیفہ برحق اور صحیح اور سچے امام تھے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۱۷) اس میں حضرت معاویہؓ کے لیے استیلاء قسم دوم کی نفی مقصود ہے نہ کہ استیلاء قسم اوّل کی۔ لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ محدث اور حافظ ابن حجر مکیؒ کی عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ استیلاء قسم اوّل کے متعلق مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اور اگر وہ تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہوگا مگر قرن اول میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے لیکن جبکہ (خلیفہ وقت پر) بغاوت کرنے کی ممانعت کی حدیثیں جو مسلم وغیرہ میں ہیں شائع ہوگئیں اور امامت کا اجماع اس پر منعقد ہوگیا تو اب (اگر کوئی بغاوت کرے تو اس) باغی کے عاصی ہونے کا حکم ہم دیتے ہیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم حصہ اول صـ۳۰)۔

حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یہاں بھی خلیفہ وقت سے بغاوت کرنے والے مجتہد کو اپنے اجتہاد میں خطا کرنے والا قرار دیتے ہیں جس پر ایک اجر بھی ملتا ہے اور میں نے اسی بنا پر اکابر کی عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کے لیے جو باغی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کو صورتاً باغی قرار دیا ہے نہ کہ حقیقتاً لیکن یزیدی ٹولہ اپنی جہالت سے یا ضد اضدی اس کو توہین پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو فہم و خلوص عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت علیؓ کی خلافت

حکیم صاحب موصوف حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: اس زمانہ میں جن لوگوں کو اہل حل و عقد کہا جاتا تھا انہوں نے بھی آپ کی بیعت سے گریز کیا۔ چنانچہ حکیم الامت (شاہ ولی اللہؒ) دہلوی فرماتے ہیں: خلافت برائے حضرت مرتضیٰ قائم نشد ندیرآں کہ اہل حل و عقد عن اجتہاد و نصیحت للمسلمین بیعت نکردہ (ازالۃ الخفاء ج دوم ص ۲۷۹) سیدنا علیؓ کی خلافت قائم نہ ہوئی اس لیے کہ اہل حل و عقد نے اپنے اجتہاد اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے آپ کی بیعت نہ کی تھی۔ بہرحال آپ کی بیعت ہوئی اور ان ہنگامی حالات میں سیدنا حسنؓ کے منع کرنے کے باوجود آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہو گئے۔" (سیدنا معاویہؓ ج ۱ ص ۲۲۵)

(۲) یہاں تک کہ اہل حل و عقد کی کثیر تعداد نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں خلافت برائے مرتضیٰ قائم نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتہاد و نصیحۃ للمسلمین بیعت نہ کردہ الخ (ایضاً ج دوم ص ۲۶۸)

تبصرہ

حکیم محمود احمد ظفر صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی عبارت میں علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ اپنا نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ جن حضرات نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی تھی ان کی توجیہہ و تاویل پیش کی ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب کی منقولہ عبارت سے پہلے لکھتے ہیں۔ واما آنکہ حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم مجتہد مخطی معذور بودند از آں قبیل کہ من اجتہد فاخطأ فلہ اجر واحد۔ پس ازاں جہت کہ متمسک بودند بشبہ۔ ہر چند دلیل دیگر ارجح ازوی بود و موجب آں شبہ دو چیز است۔ یکے آنکہ خلافت برائے حضرت مرتضیٰ منعقد نہ شد زیرا کہ اہل حل و عقد عن اجتہاد و نصیحۃ للمسلمین بیعت نہ کردہ اند الخ (ازالۃ الخفاء جلد دوم فارسی متن ص ۲۷۹)

رہا یہ کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم خطا کھانے والے معذور تھے اس اصول پر کہ جس نے

اجتہاد کیا اور خطا کھائی تو وہ ایک اجر کا مستحق ہے تو وہ اس جہت سے معذور رہیں اگر انہوں نے شبہ سے استدلال کیا اگرچہ اس سے زیادہ راجح دوسری دلیل بھی موجود تھی اور اس شبہ کا موجب دو چیزیں ہوئیں ۔ ایک یہ کہ حضرت مرتضیٰ کے لیے خلافت منعقد نہیں ہوئی کیونکہ اصحاب حل و عقد نے اجتہاد کے ساتھ اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے آپ سے بعیت نہیں کی تھی الخ (ازالۃ الخفاء مترجم اردو جلد چہارم ص ۵۲۰ ۔ ترجمہ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیو بندی ۔ ناشر قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی) میرے پاس جو کتاب ہے اس میں ۔ منعقد نشد کے الفاظ ہیں اور حکیم صاحب نے قائم نشد لکھا ہے ۔ غالباً کتابت کی غلطی ہے ۔ اسی سلسلہ میں فریق ثانی کے حضرات کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں : دوم آنکہ قصاص حق است و حضرت مرتضےٰ قادر است بر اخذ قصاص ذی النورین و اخذ آں نمی کند بلکہ مانع آنست و حضرت مرتضیٰ نیز بخطائے اجتہادی حکم فرمود ۔ الخ (ایضاً جلد دوم فارسی ص ۲۷۹)

دوسری یہ کہ قصاص حق ہے اور حضرت علی مرتضےٰ قادر ہیں ذی النورین کا قصاص لینے پر مگر لیتے نہیں بلکہ اس سے مانع ہیں اور حضرت مرتضیٰ بھی ان پر خطائے اجتہادی کا الزام لگاتے ہیں ۔ (ایضاً مترجم جلد ۴ ص ۵۲۲)

(۲) جنگ صفین کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں : واما آنکہ معاویہ مجتہد مخطی معذور بود پس ازاں جہت کہ متمسک بود بہ شبہ ہر چند دلیل دیگر در میزان شرع راجح تر ازاں برآمد مانند آنچہ در واقعہ اہل جمل تقریر کردیم باز یادت اشکال وآں آنست کہ معاویہؓ و اہل شام بیعت نکردہ بودند وی دانستند کہ تمامی خلافت بتسلط و نفاذ حکم است وآں متحقق نشد ۔ باز امر تحکیم آں شبہ را راسخ تر نمود و در حدیث صحیح آمدہ ودعواھما واحدۃ (ازالۃ الخفا فارسی جلد دوم ص ۲۸۰) اور رہا یہ کہ معاویہؓ مجتہد مخطی اور معذور تھے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شبہ کے ساتھ دلیل پکڑے ہوئے تھے ہر چند کہ دوسری دلیل جو میزان شریعت میں اس سے زیادہ وزن دار تھی ظاہر ہو گئی مانند ان باتوں کے جن کی تقریر ہم اہل جمل کے قصہ میں کر چکے ہیں بعض اشکال کے اضافہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ معاویہؓ اور اہل شام نے بعیت نہیں کی تھی اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ خلافت کی تکمیل خلیفہ کے تسلط اور اس کے حکم کے نفاذ پر موقوف ہے اور وہ متحقق نہیں ہوا ہے ۔ پھر

تحکیم (حکم بنانے) کے معاملہ نے اس شبہ کو اور مضبوط کر دیا۔ اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ دعوا ھما واحدۃ یعنی دونوں جماعتوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔" (ایضاً مترجم ج چہارم ص ۵۲۵) حضرت محدث دہلویؒ کی منقولہ عبارتوں سے ثابت ہوا کہ اہل جمل یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے جو نزاع و قتال کیا ہے وہ کسی ذاتی مخالفت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اجتہاد کی بنا پر ایک شبہ کی بنا پر کیا تھا جس میں ان سے خطا ہو گئی لیکن وہ معذور تھے اور اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جو جنگ صفین لڑی ہے اس کا منشا بھی نفسانی کوئی غرض نہ تھی بلکہ بعض شبہات کی وجہ سے انہوں نے اجتہاد کیا جس میں ان سے بھی خطا ہو گئی لیکن وہ معذور تھے۔ لیکن حکیم صاحب نے ماقبل اور مابعد کی عبارتوں کو نظر انداز کر کے درمیان میں سے ایک عبارت پیش کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کی بدنیتی ہے یا کھلی تلبیس کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت منعقد ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت (شاہ ولی اللہؒ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پیشین گوئیوں کی روشنی میں یہ لکھا ہے کہ آپ کی خلافت منتظمہ نہ تھی اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کوئی حیثیت نہیں جیسا کہ خارجی یہی کہتے ہیں تو حضرت محدث دہلویؒ نے اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم اس مبحث میں مغالطہ میں نہ پڑ جانا اور اس دقیق نکتہ کو غیر محل پر چسپاں نہ کر لینا۔ میری غرض یہ نہیں ہے کہ حضرت مرتضیٰ خلیفہ نہیں تھے یا حکم شریعت میں ان کی خلافت منعقد نہیں ہوئی یا جو لڑائیاں ان کو پیش آئیں اس میں ان کی سعی للہ نہیں تھی۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی تمام چیزوں سے جو اللہ کو ناپسند ہوں بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ ان جنگوں میں فیض الٰہی کا جارحہ (آلہ) بننے کی فضیلت ان میں ظاہر نہ ہوئی ورنہ آپ کا خیر ہونا (مسلم ہے) اور اصلاح خلق بہت فراوانی کے ساتھ واضح ہوتی رہی ہے اور اس باریک نکتہ میں فقہاء اور متکلمین کی زبانیں اس کی تقریر سے کوتاہ ہیں۔ اثبات کے یا نفی کے طور پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ ہاں فقہاء و صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس نکتہ کو پہچانا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس نکتہ کی طرف اشارات کیے گئے ہیں۔ (ازالۃ الخفاء مترجم ج دوم ص ۵۷۵۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ تو صراحتاً قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت استخلاف کے تحت پہلے تین خلفاء راشدین کی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی چوتھا خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الخفاء میں اس کی تفصیل فرمائی ہے اور اپنے فارسی ترجمہ قرآن کے حواشی پر آیت استخلاف کی مراد ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

در حدیث آمدہ است الخلافۃ بعد ثلثون سنۃ واللہ اعلم	حدیث میں آیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی۔ واللہ اعلم۔

علاوہ ازیں حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے ازالۃ الخفاء میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت پر مستقل بحث کی ہے اور متعدد مقامات پر آپ کو بھی مع خلفاء ثلثہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ الغرض انعقادِ خلافت کے چار طریقوں میں سے حضرت علی المرتضیٰؓ کے انعقاد خلافت کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہلِ علم نے اس بات میں کلام کیا ہے کہ حضرت (علی) مرتضیٰؓ کی خلافت (چار) مذکورہ طریقوں میں سے کس طریقہ پر واقع ہوئی۔ اکثر (علماء) کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت علیؓ) ان مہاجرین اور انصار کے بیعت کر لینے سے خلیفہ ہوئے جو مدینہ میں موجود تھے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے اکثر وہ خطوط جو آپ نے اہلِ شام کو لکھے اس پر شاہد ہیں اور (علماء کا) ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انعقاد بذریعہ شوریٰ کے ہوا۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے بعد مشورہ اس پر قرار پایا کہ خلیفہ یا حضرت عثمانؓ ہوں یا حضرت علیؓ (پس پہلے حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے پھر) جب حضرت عثمانؓ نہ رہے تو حضرت علی (خلافت کے لیے) معین ہو گئے (مگر) اس قول میں جو کچھ ضعف ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ اس کے حاشیہ میں امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں: وہ ضعف یہ ہے کہ مشورہ میں یہ بات طے نہ ہوئی تھی کہ بالفعل ان دونوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ ہونا چاہیئے۔ حضرت مصنف (یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مذہب قول اول کے موافق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس پر کوئی اعتراض مصنف نے نہیں کیا اور حق بھی وہی ہے" (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۲۶-۲۷) اور مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی (کراچی) بھی یہ تسلیم کرتے ہیں: اصولاً وہ (یعنی حضرت علیؓ) بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ متفق تھے اور مستقل خلافت کے لیے عام اعیان واکابر کا اجتماعی مشورہ اور آزادانہ انتخاب ضروری سمجھتے تھے مگر جب جنگ جمل کے بعد بکثرت مہاجرین وانصار اور اکابر صحابہؓ نے انکی خلافت تسلیم کر لی تو

ان کے نزدیک ان کی خلافت مستقل ہو گئی اور مزید استصواب کی ضرورت نہ رہی۔ ان کا نقطۂ نظر اپنی جگہ صحیح تھا اس پر بھی شرعاً کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ یہ اختلاف کھلا ہوا اجتہادی اختلاف تھا جو دونوں حضرات کے درمیان آئین کی ایک اہم دفعہ میں پیدا ہو گیا تھا الخ (اظہار حقیقت جلد ۲ ص ۱۲۴) مولانا سندیلوی نے جنگ جمل کے بعد بکثرت مہاجرین و انصار اور اکابر صحابہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کی بیعتِ خلافت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ شروع ہی میں مدینہ منورہ کے مہاجرین و انصار نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اس لیے آپ کی بیعت شرعاً منعقد ہو گئی۔

ایک اور تلبیس حکیم صاحب موصوف حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارے میں لکھتے ہیں: سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد اسلامی فتوحات کا سلسلہ یک قلم بند ہو گیا تھا یہاں تک کہ سیدنا علیؓ کے زمانے میں ایک شہر بھی اسلامی قلمرو میں داخل نہ ہوا۔ آپ نے اپنے زمانے میں جتنی جنگیں بھی لڑیں وہ اسلام کی خاطر نہیں تھیں بلکہ صرف طلبِ خلافت کے لیے تھیں۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے: مقاتلات وی رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بود نہ بجہت الاسلام۔ سیدنا علیؓ کی لڑائیاں صرف اپنی خلافت کے حصول کے لیے تھیں اسلام کی ترقی کے لیے نہیں تھیں۔ (ازالۃ الخفاء ج اوّل ص ۲۷۷) (سیدنا معاویہ جلد دوم ص ۲۸۷)

الجواب (۱) ہم کہتے ہیں کہ کیا یزید کی جنگیں (۱) معرکہ کربلا (۲) حرہ (۳) محاصرۂ مکہ اسلام اور اسلام کی ترقی کے لیے تھیں۔ (۲) حکیم صاحب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو مجروح کرنے کے لیے ان کے پیشرو محمود احمد صاحب عباسی نے منقولہ عبارت پیش کی ہے چنانچہ حضرت علیؓ کے بارے میں لکھا ہے: دشمنانِ دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب و حصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: مقاتلات وی (علیؓ) رضی اللہ عنہ برائے طلب و خلافت بود نہ بجہت اسلام (ازالۃ الخفاء ج اوّل ص ۲۷۷ سطر ۲۰) ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں (مقاتلات) تو (بعد شہادت عثمانؓ) اپنی خلافت کی طلب و حصول کے لیے تھیں نہ باغراض اسلام الخ (خلافت معاویہ و یزید طبع چہارم ص ۵۵ ایضاً تحقیق مزید ص ۱۱۱ و ص ۱۵۸) میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۰۲ میں عباسی صاحب کے جواب میں لکھا ہے کہ: عباسی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت۔ مقاتلات

دی الخ کا مطلب غلط بیان کر کے حضرت علی المرتضیٰ کی تنقیص و تحقیر کی ہے حالانکہ حضرت شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں کفار اور مرتدین سے جنگ نہیں کی جو کفر و اسلام کی بنا پر ہوتی ہے بلکہ آپ کی جنگ اہلِ اسلام سے ہوئی تھی جس کا مقصد اپنی خلافت کا دفاع و استحکام تھا نہ کہ اسلام کیونکہ آپ کی خلافت دینِ اسلام کی ہی خلافت راشدہ تھی نہ کہ خلافِ اسلام اور حضرت شاہ صاحب کی مابعد کی عبارت میں پوری وضاحت پائی جاتی ہے۔ شاہ صاحب یہاں شیعہ عقیدہ امامت کا ابطال کرتے ہوئے حضرات خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو بعض آیات قرآنیہ سے ثابت کر رہے ہیں جن میں یہ آیت دعوت اعراب بھی ہے۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الیٰ قومٍ اولی باسٍ شدیدٍ تقاتلونھم اویسلمون الآیۃ (سورۃ الفتح آیت ۱۶) ترجمہ: آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم ص ۲۹۶) یہ جہاد کی طرف دعوت دینے والے کون ہیں، اس کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: دعوت ان احتمالات سے باہر نہیں کہ یہ داعی (جہاد کی طرف دعوت دینے والے) یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے یا خلفاء ثلثہ یا حضرت مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً داعی نہیں تھے کیونکہ آپ نے اعراب میں سے کسی کو دعوت نہیں دی۔ اور نہ وہ داعی حضرت مرتضیٰ رضؓ تھے کیونکہ آپ کے مقاتلات طلبِ خلافت کے لیے ہوئے جہت اسلام سے نہیں اور تقاتلونھم اویسلمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قتال کفّار کے ساتھ اسلام کی طرف دعوت کے لیے ہوگا اور بنو امیہ اور بنو عباس نے اعرابِ حجاز کو کفار سے قتال کے لیے کبھی دعوت نہیں دی۔ یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے اور صدّیق اکبرؓ کی دعوت اہلِ شام و عراق سے قتال کے لیے تھی اور حضرت فاروق کی دعوت بھی عراق اور شام اور مصر سے قتال کے لیے تھی اور ذی النّورینؓ کی دعوت اہلِ خراسان و افریقہ و مغرب سے قتال کے لیے واقع ہوئی اور جیسا کہ تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور جب ان کی حقیت روم و عجم سے جہاد کے لیے دعوت دینے میں ظاہر ہو گئی تو ان کے تمام احکام واجب الامتثال ہوں گے الخ (ایضاً ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم ص ۲۹۸) حضرت شاہ صاحب

نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جو لکھا تھا کہ ان کا قتال کفار سے نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہ آیت اعراب کا مصداق نہیں ہو سکتے بلکہ اس کا مصداق پہلے خلفاء ثلثہؓ ہیں لیکن عباسی صاحب اور حکیم ظفر صاحب نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت علیؓ کا قتال اسلام کے لیے تھا ہی نہیں۔

حکیم صاحب کی ایک اور غلط بیانی

حکیم محمود احمد ظفر ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کی خلافتیں دونوں باہم برابر تھیں۔ اگر سیدنا معاویہؓ کی خلافت خلافتِ راشدہ نہ تھی تو سیدنا علیؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ نہ تھی۔ شاہ صاحب نے اپنی اس کتاب میں اس مسئلہ کو ان الفاظ میں حل کیا ہے۔ آپ حدیث **الخلافة بعدی ثلثون سنة** (خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی) پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت خاصہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت سے ختم نہیں ہوئی بلکہ سیدنا علیؓ کا زمانہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ ان کا زمانہ شامل کیے بغیر تیس سال مکمل نہیں ہوتے۔ لہٰذا اس حدیث کے معنی کی تحقیق بھی سمجھ لو۔ بات دراصل یہ ہے کہ خلافت خاصہ دو وصف سے مرکب ہے۔ پہلا وصف خلیفہ خاص کا موجود ہونا۔ دوسرا وصف اس کے تصرف یعنی احکام کا جاری ہونا اور سب مسلمانوں کا اس پر متفق و متحد ہونا (ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص ۳۰۷)

اس بحث کے بعد شاہ ولی اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت خاصہ کے ان دو اوصاف میں سے پہلا وصف سیدنا علیؓ میں پایا جاتا تھا اور دوسرا ان میں مفقود تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت بالکل سیدنا علیؓ کی خلافت کی طرح تھی اور سیدنا علیؓ کی خلافت کو چونکہ راشدہ مانا جاتا ہے لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ سیدنا معاویہؓ کی خلافت کو بھی راشدہ نہ مانا جائے الخ

(سیدنا معاویہؓ ج دوم ص ۲۶۶)

الجواب: حکیم صاحب بھی عجیب و غریب مصنف ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے حدیث **الخلافة بعدی ثلثون سنة** (میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی) پیش فرمائی ہے اور حکیم صاحب اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: حالانکہ یہ حدیث روایت اور درایت کے لحاظ سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے اور اس کو کسی صورت میں بھی

اس اہم فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔" (سیدنا معاویہؓ جلد دوم ص ۲۵۴)

(۲) اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت تیس سال رہے گی لیکن حضرت معاویہؓ تو اس کے بعد خلیفہ بنے ہیں پھر اس حدیث سے حکیم صاحب امیر معاویہؓ کی خلافت راشدہ کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔ یہ تو ان کے مسلک کے خلاف ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب دہلویؒ نے منقولہ عبارت میں خلافت خاصہ کے دو وصف بیان کر کے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ میں پہلا وصف پایا جاتا تھا اور دوسرا مفقود تھا لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت معاویہؓ میں چونکہ دوسرا وصف پایا جاتا تھا اس لیے آپ بھی خلیفہ خاص تھے اور آپ کی خلافت بھی خلافت خاصہ تھی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے بھی کسی جگہ حضرت معاویہؓ کو خلیفہ خاص نہیں لکھا نہ ہی آپ کی خلافت کو خاصہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ محض غلط بیانی ہے بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے تو صراحتاً لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ خاص نہیں تھے۔ اور حکیم صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کی جو عبارت حضرت علیؓ کی خلافت خاصہ کے بارے میں پیش کی ہے اس سے چند سطر ہی کے بعد ہی حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جس مبحث میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں بھی یہ بات حاصل ہے کہ خلیفہ خاص (یعنی حضرت مرتضیٰؓ) متصف باوصاف کاملہ (خلافت خاصہ) موجود ہیں مگر ان کی خلافت بالفعل موجود نہیں پھر دوسرے زمانے میں لوگوں نے اتفاق کر لیا اور ان کا باہمی اختلاف رفع ہو گیا لیکن اس وقت (کے) خلیفہ (یعنی حضرت معاویہؓ) ان اوصاف کے ساتھ جو خلیفہ خاص میں معتبر ہیں متصف نہ تھے پس تیرگی کے ساتھ (جو کہ اس زمانہ کا وصف حدیث میں مذکور ہے اس) کے یہی معنی ہیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۵۵۶) مطلب یہ ہے کہ جب حضرت معاویہؓ ان اوصاف سے متصف ہی نہیں جو خلیفہ خاص کے لیے لازم ہیں تو پھر ان کی خلافت کو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت خاصہ کی طرح کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب خلافت خاصہ کے لوازم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو اور نیز ان لوگوں میں سے ہو جو حدیبیہ میں شریک اور سورۃ نور کے نزول کے وقت موجود تھے اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو بدر و تبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمت شان اور جن کے حاضرین کے لیے

وعدہ جنت شرع میں حدیث مستفیض سے ثابت ہے الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اوّل ص ۴۴) نیز لکھتے ہیں:

> اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ (ایسا شخص ہو جو) اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو، عقلاً و نقلاً الخ (ایضاً ص ۶۴)

بہرحال چونکہ حضرت معاویہؓ نہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور نہ اپنے دور میں افضل امت ہیں اس لیے آپ کی خلافت کو خلافت خاصہ اور آپ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اصطلاح میں خلیفہ خاص نہیں قرار دیا جا سکتا اور خلیفہ خاص کا مصداق صرف خلفاء اربعہ (چاریارؓ) ہی ہیں، چنانچہ اپنے دور میں افضل امت ہونے کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

> اور یہ اس پر مبنی ہے کہ خلافت خاصہ افضلیت کے ساتھ ساتھ ہے، خلفاء اربعہ کی افضلیت بہ ترتیب خلافت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے۔ (ازالۃ الخفاء مترجم ج ۱ ص ۶۶)

حکیم صاحب نے قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنے میں کئی صفحات سیاہ کیے ہیں اور مختلف پہلوؤں سے تنقید کی ہے اور اپنے ناحق موقف کی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ کی عبارتیں پیش کر کے تلبیس سے کام لیا ہے جیسا کہ زیر بحث منقولہ عبارتوں سے ثابت کیا گیا ہے۔

خلیفہ راشد کا قول و فعل حجت ہوتا ہے، حکیم ظفر

حکیم محمود احمد ظفر حضرت امام حسنؓ کی خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> سیدنا علیؓ کے بعد بھی شوریٰ کے ذریعہ سیدنا حسنؓ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔" (البدایہ ج ۵ ص ۲۵ - جلد ۷ ص ۳۲۴ ج ۸ ص ۱۳ بیہقی جلد ۸ ص ۱۴۹) لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو فرما گئے تھے کہ میرے بعد حسنؓ کو خلیفہ بنانا (کما فی کتب التواریخ) اب زمام خلافت سیدنا حسنؓ کے پاس آتی ہے اور تمام امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا حسنؓ خلیفہ راشد تھے اور خلیفہ راشد کا قول و فعل حجت ہوتا ہے اور شیعہ حضرات کے نزدیک تو وہ ائمہ معصومین میں سے تھے جن کا ہر قول اصول اور ہر فعل خطا سے مبرا ہوتا ہے۔ اب سیدنا حسنؓ نے خود اپنی مرضی سے سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ مقرر فرما دیا الخ (سیدنا معاویہ ج اوّل ص ۴۸۷)

تبصرہ (۱) حضرت حسنؓ تمام اُمّت کے نزدیک خلیفہ راشد تھے حکیم صاحب نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ گو لغوی معنی میں تو امام حسنؓ خلیفہ راشد تھے لیکن اہل سنت مہاجرین اولین میں شامل نہ ہونے کے آپ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد نہیں ہیں جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ھدایۃ الشیعہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۲) حدیث اثنا عشر خلیفہ کے تحت حکیم صاحب نے جو خلفاء کے نام لکھے ہیں ان میں یزید کا نام تو ہے لیکن امام حسنؓ کا نام نہیں۔ تو ان کو ان خلفاء میں کیوں شمار نہیں کیا۔

(۳) حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو فرما گئے تھے کہ میرے بعد حسنؓ کو خلیفہ بنانا اس کا حکیم صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ: فقالوا یا امیر المومنین الا تستخلف۔ فقال لا۔ ولکن اترککم کما ترککم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قالوا فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد ترکتنا ھملا۔ قال۔ اقول اللھم استخلفتنی فیھم ما بدالک ثم قبضتنی وترکتک فیھم فان شئت اصلحتھم وان شئت افسدتھم۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۴)

لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین! کیا آپ خلیفہ نہیں مقرر کریں گے۔ فرمایا نہیں۔ میں تم کو اس طرح چھوڑ جاؤں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو چھوڑا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے تو کیا کہیں گے۔ فرمایا میں یہ عرض کروں گا کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنی مرضی سے ان میں خلیفہ بنایا تھا پھر تو نے مجھے موت دے دی۔ اے اللہ! میں نے تجھے ان میں چھوڑا ہے خواہ تو ان کی اصلاح فرما یا ان کو برباد کر۔" اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے امام حسنؓ کو نامزد نہیں فرمایا لیکن اس کے برعکس قاضی شمس الدین درویش لکھتے ہیں: یزید کو صحابہؓ کے مشورہ سے حضرت معاویہؓ نے خلیفہ نامزد کیا تھا جس طرح سیدنا حسنؓ کو سیدنا علیؓ نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ (ابن کثیر ج ۸، ص ۲۴۹) لیکن مجھے ابن کثیرؒ ص ۲۴۹ پر یہ عبارت نہیں مل سکی۔

(۴) حکیم صاحب لکھتے ہیں کہ: خلیفہ راشد کا قول و فعل حجت ہوتا ہے۔ ہم حکیم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ پھر آپ حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول و فعل کو کیوں حجت نہیں قرار دیتے حالانکہ وہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اصطلاح میں آپ چوتھے خلیفہ خاص ہیں۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں آپ حضرت علیؓ کے قول و فعل کو کیوں حجت نہیں مانتے اور ان کو بھی خطائے اجتہادی کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کو جو مشورہ دیا تھا آپ اس کو صحیح مانتے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے اقدام پر تنقید کرتے ہیں۔ چنانچہ حکیم صاحب لکھتے ہیں: آپ جب مدینہ طیبہ سے جا رہے تھے تو سیدنا حسنؓ نے راستہ میں جا کر آپ سے عرض کی۔ ابا جان! میں نے پہلے بھی آپ کو کئی مشورے دیئے لیکن آپ نے ان کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ آپ نے پوچھا وہ کون کون سے مشورے تھے۔ سیدنا حسنؓ نے عرض کیا۔ ابا! کیا میں نے آپ سے سیدنا عثمانؓ کے قتل سے پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ وقتی طور پر مدینہ چھوڑ دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قتل ہو جائیں اور آپ کے مدینہ میں ہونے کی وجہ سے آپ پر کوئی الزام آئے لیکن آپ نے نہ مانا۔ پھر کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہ لیں جب تک کہ کل شہروں کے ارباب حل و عقد آپ سے استدعا نہ کریں لیکن آپ نے اس کو بھی نہ مانا۔ پھر میں نے اس وقت بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ جب سیدہ عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ قصاص کے مطالبہ کے لیے نکلے کہ آپ گھر بیٹھے رہیں یہاں تک کہ آپس میں مصالحت ہو جائے لیکن آپ نے میرا کوئی مشورہ بھی نہیں مانا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۴۴) (سیدنا معاویہؓ جلد اول ص ۲۳۱) فرمائیے۔ یہ باپ بیٹے کا مکالمہ ہے لیکن اس وقت خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ تھے نہ کہ حضرت حسنؓ اس لیے آپ کے پیش کردہ اس ضابطہ کے مطابق کہ: خلیفہ راشد کا قول و عمل حجت ہوتا ہے تو حضرت علیؓ کی رائے اور عمل امام حسنؓ کے لیے بھی حجت تھا۔ لیکن آپ حضرت حسنؓ کے قول کو حضرت علیؓ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔ آخر یہ قول و فعل میں تضاد کیوں ہے؟

خطائے اجتہادی کی بحث

حکیم محمود احمد ظفر صاحب موصوف حکمین کے فیصلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: دونوں ثالث اس بات پر متفق تھے کہ حق دونوں جانب ہے اور یہ دونوں حضرات اپنے اپنے موقف میں مخلص ہیں۔ معاویہؓ طلب قصاص میں اور علیؓ طلب بیعت میں اور ان کے مابین جو اختلاف ہے وہ صرف اجتہادی اختلاف ہے اور یہ اختلاف نگاہ شریعت میں ایسا اختلاف ہے کہ جس میں صواب و خطا دونوں میں ثواب ملتا ہے۔ ہاں جو راہِ صواب اختیار کر کے اصل مقصد کو پہنچ گیا اور اس کو راہِ خطا پر گامزن ہونے والے

سے دوگنا ثواب ہے۔ حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ غلطی کا ہر بشر سے امکان ہے۔ ہاں اس میں جو لوگ فتنہ پردازی کی غرض سے شامل ہیں وہ گناہگار اور واجب القتل ہیں اور انہیں کے قتل کا مطالبہ سیدنا معاویہؓ کر رہے ہیں لہذا سیدنا علیؓ کی خلافت بالفعل صحیح ہے اور سیدنا معاویہؓ کا قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ صحیح ہے اس وجہ سے دونوں کو اپنے اپنے موقف سے معزول کیا جائے یعنی معاویہؓ قصاص کا مطالبہ اپنے ہاتھ میں نہ لیں اور سیدنا علیؓ تلوار روکیں۔ (سیدنا معاویہؓ ج ۱ ص ۳۰۹)

(۲) اس کے بعد ص ۳۱۳ پر حکیم صاحب بعنوان "اہل السنت والجماعت کا مسلک" لکھتے ہیں۔

اس فیصلے کی رو سے اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ دونوں حق پر تھے اور دونوں سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی۔ سیدنا معاویہؓ سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا اور سیدنا علیؓ سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے باوجود قدرت کے قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص نہ لیا اور اس طرح قضیہ نمٹنے کے بجائے اور طویل ہو گیا۔ سیاسی الجھنیں پیدا ہو گئیں۔ اچھے اچھے لوگ مخالف ہو گئے۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: دوم آنکہ قصاص حق است وحضرت مرتضیٰ قادر است بر اخذ قصاص ذوالنورین الخ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، جلد ۲ ص ۲۷۹ اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۴۸) یعنی دوسرا یہ کہ قصاص حق ہے اور جناب علی المرتضیٰؓ جناب عثمان ذوالنورینؓ کا قصاص لینے پر قادر تھے لیکن لیتے نہیں تھے بلکہ لینے سے منع کرتے تھے اور جناب مرتضیٰ نے خطائے اجتہادی کے ساتھ حکم فرمایا۔

تبصرہ

بلاشبہ اہل السنت والجماعت مشاجرات صحابہ (جنگ جمل وصفین) کو اجتہادی اختلاف پر مبنی قرار دیتے ہیں اور مجتہد کو اجتہادی خطا پر بھی حسب حدیث بخاری ایک اجر ملتا ہے۔ لیکن حکیم صاحب موصوف نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی اور اس کو اہل السنت والجماعت کا مسلک قرار دیا ہے تو یہ بالکل غلط اور کھلا جھوٹ ہے۔ اگر حکیم صاحب اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو اہلسنت کی عقائد اور علم کلام وغیرہ کتابوں سے حوالہ پیش کریں کہ یہی مسلک اہلسنت والجماعت ہے۔

(۱) جمہور اہلسنت والجماعت کا مسلک تو یہ ہے کہ اس میں حضرت علی المرتضیٰ اپنے اجتہاد میں

صواب پر تھے اور حضرت امیر معاویہؓ سے اس میں اجتہادی خطا ہو گئی اور سابقہ صفحات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت پیش کی جا چکی ہے اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی فرماتے ہیں:

شیخ ابوشکور سلمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت وجماعت بر آنند کہ معاویہ با جمع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند و خطائے ایشاں اجتہادی بود و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہؓ با امیرؓ از روئے اجتہاد بودہ و ایں قول را از معتقدات اہل سنت فرمودہ الخ (مکتوبات امام ربانی جلد اوّل مکتوب ۲۵۱ ص ۲۷۲ طبع قدیم) شیخ ابوشکور سلمیؒ نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور آپ کے ساتھی خطا پر تھے اور ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اور شیخ ابن حجر (مکی) نے صواعق محرقہ میں فرمایا ہے کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) سے حضرت معاویہؓ نے جو نزاع کیا ہے وہ اجتہاد پر مبنی تھا اور اس کو انہوں نے اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔ نیز امام ربانی حضرت مجدد فرماتے ہیں۔ وکتب القوم مشحونۃ بالخطأ الاجتہادی کما صرح بہ الامام الغزالی والقاضی ابوبکر وغیرھما الخ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۴۹) اور اہل سنت کی کتابیں (حضرت امیر معاویہؓ) کی خطائے اجتہادی کے قول سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ اور قاضی ابوبکر نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۲) شارح صحیح مسلم امام نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں: وکان علی رضی اللہ عنہ ھو المحق المصیب فی ذلک الحروب ھذا مذھب اھل السنۃ الخ (نووی کتاب الفتن جلد دوم ص ۳۹۰) اور ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق وصواب پر تھے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔" قارئین حضرات اندازہ لگائیں حکیم محمود احمد صاحب ظفر کی تلبیس کا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کیا ہے اور انہوں نے اہلسنت والجماعت کی طرف یہ قول منسوب کر دیا کہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو خطاء اجتہادی کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ کاش کہ حکیم صاحب یہ کتاب نہ لکھتے اور تعجب ہے کہ بعض اکابر علماء نے ان کی اس کتاب کو کیونکر اپنی تقریظات سے نوازا ہے اور ان تقریظات کی وجہ سے کئی ناواقف بھی اس کتاب کو اہل سنت کی کتاب سمجھنے لگے ہیں۔

درویش صاحب

یادش بخیر قاضی شمس الدین صاحب درویش ایک مولانا کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں: مخدوما فقیر کو بھی اس خلفشار کے کھڑا ہوجانے کا سخت افسوس ہے لیکن پہل خود قاضی چکوالی صاحب نے کی ہے کہ اکابر صحابہؓ کو خطائے اجتہادی کے مرتکب، صورتاً باغی اور گناہ کا کام کرنے والے۔ حکم خداوندی کی نافرمانی کرنے والے" اور بہت کچھ لکھا ہے اور موصوف نے یہ تمام تریحث موضوع حدیثوں کے سہارے سے کی ہے الخ۔
(نقیب ختم نبوت دسمبر ۱۹۹۰ء ص ۴۶ قاضی مظہر چکوالی سے میری قلمی جنگ قسط دوم)

الجواب: (۱) حضرت امیر معاویہؓ ہوں یا کوئی اور صحابیؓ میں نے کسی کے بارے میں سوائے اجتہادی خطا کے اور کوئی بات نہیں لکھی اور حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کا قول معتقدات اہل سنت میں سے ہے جیسا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں اور امام ربانی نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بغاوت کی نسبت بھی کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: حضرت امیر با معاویہ جنگ وجدل فرمودہ نہ بواسطہ میل ورغبت در امیر خلافت بودہ است بلکہ قتال بالبغاۃ فرض می دانستہ ودفع ایہامی کردہ قال تعاظم وتعالیٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ غایۃ ما فی الباب چوں مہار بان حضرت امیر باغیاں مأول است وصائب رائے واجتہاد اند اگرچہ دریں اجتہاد مخطی باشند از طعن وملامت دار تفسیق وتکفیر دور اند الخ (مکتوبات امام ربانی جلد ثانی مکتوب ۹۶ ص ۱۲۴)؛ حضرت علیؓ نے امر خلافت کی طرف اپنے ذاتی میلان اور رغبت کی وجہ سے حضرت معاویہؓ سے جنگ نہیں کی بلکہ انہوں نے باغیوں سے جنگ فرض ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک وتعاظم فرماتے ہیں کہ باغیوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلیں۔ اس امر میں آخری بات یہ ہے کہ چونکہ امیر المومنین حضرت علیؓ سے جنگ کرنے والے تاویل کرنے والے باغی ہیں اور وہ اہل رائے واجتہاد ہیں۔ اگرچہ اس اجتہاد میں وہ خطا کرنے والے ہیں اس لیے طعن وملامت اور ان کو فاسق اور کافر کہنے سے وہ دور ہیں الخ۔

امام ربانی نے حضرت امیر معاویہؓ کو اجتہادی خطا کرنے والا اور حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بغاوت کرنے والا بھی قرار دے دیا تو قاضی شمس الدین صاحب نقشبندی مجددی اب کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں۔ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب

محدث گنگوہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اور معاویہؓ کا محاربہ (یعنی جنگ) حضرت امیر کے ساتھ جو ہوا تو اہل سنت اس کو کب بھلا اور جائز کہتے ہیں۔ ذرا کوئی کتاب اہل سنت کی دیکھی ہوتی۔ اہل سنت ان کو اس فعل میں خاطی کہتے ہیں۔" (ہدایۃ الشیعہ ص ۲۴)

نیز حضرت گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

اور یہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافتِ معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظرِ اصلاح جائز رکھا۔ اگرچہ خلافتِ نبوت نہ تھی مگر خلافت ملوکانہ تھی۔ (ایضاً ص ۸۶)

میں نے خطائے اجتہادی کی بحث میں مذکورہ عبارتیں خارجی فتنہ حصہ اول میں پیش کی ہیں اور اس کے بعد بعنوان "تطبیق" میں نے لکھا ہے کہ: مندرجہ عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جن حضرات نے جنگ صفین کے سلسلہ میں حضرت معاویہؓ کو باغی اور جائر وغیرہ کہا ہے ان کی مراد صورت بغاوت و جور ہے نہ کہ حقیقت کیونکہ یہی حضرات ان کی خطائے اجتہادی کے قائل ہیں اور اجتہادی خطا پر بھی ایک گونہ ثواب نصیب ہوتا ہے حالانکہ حقیقی گناہ اور معصیت پر ثواب نہیں ملتا الخ

(خارجی فتنہ حصہ اول صـ۴۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

اور معاویہؓ سے فرمایا کہ اگر تو بادشاہ ہو جائے تو نیک کام کرنا اور فرمایا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا اگر اللہ نے تجھے قمیص پہنائی۔ اس سے آپ خلافت مراد لے رہے تھے تو (ام المومنین) اُم حبیبہؓ نے کہا کہ کیا اللہ میرے بھائی کو قمیص پہنانے والا ہے، فرمایا کہ ہاں۔ اور لیکن اس میں فسادات ہوں گے اور فسادات اور فسادات۔ اور اس کلام میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی خلافت تسلط کے ذریعے سے منعقد ہوگی بعیت کے ذریعہ سے نہ ہوگی اور ان کی سیرت شیخین کی سیرت کے موافق نہ ہوگی اور وہ خلافت امام وقت سے بغاوت کے بعد منعقد ہوگی۔ اسی لیے آپ نے تین مرتبہ لفظ (فسادات) فرمایا اور نیز معاویہؓ سے فرمایا۔ اگر تو والی امر بن جائے تو اللہ سے ڈر اور انصاف کر۔ یہ

اشارہ امارت شام اور خلافت دونوں کی طرف ہے۔" (ازالۃ الخفاء مترجم ج ۲ ص ۲۴۲)

قاضی شمس الدین درویش ایک مولانا کے جواب میں لکھتے ہیں:

درسِ عبرت جب تک چکوالی صاحب صرف رفض کی تردید کرتے تھے تو ان کی سرگرمیوں سے فقیر کا دل بہت خوش ہوتا تھا اور فقیر ان کی کھل کر تعریف اور تائید کرتا تھا۔ پھر جب موصوف نے پینترا تبدیل کیا اور تحقیق کا کانٹا بدلا اور صرف حضرت معاویہؓ کی یکطرفہ خطا اور بغاوت پھیلانے کا سبائی دھندا شروع کیا اور حضرت عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو خطا کار گنہگار اور حکمِ الٰہی کے نافرمان ثابت کرنا شروع کیا اور جعلی اور موضوع روایتوں سے کیا اور فسقِ یزید کو بھی موضوع روایتوں سے ثابت کرنے کے کرتب کھیلنے شروع کیے تو فقیر ٹھٹک کر رہ گیا کہ یا خدا یہ وہی چکوالی ہیں یا دوسرے چکوالی۔ تو فقیر نے چکوالی صاحب کی ان حرکات کو رفض کی خوبصورت اور بہت لطیف تائید سمجھا الخ (نقیب ختم نبوت نومبر ۱۹۹۰ء ص)

الجواب: (۱) اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یک طرفہ اجتہادی خطا کی نسبت کرنا اور آپ کو حضرت علی المرتضیٰ کے مقابلہ میں باغی قرار دینا درویش صاحب کے نزدیک سبائی دھندا اور رفض کی خوبصورت اور بہت لطیف تائید ہے اور یہ فتویٰ آپ نے سوچ سمجھ کر دیانتداری سے دیا ہے تو آپ کے نزدیک جن اکابرِ امت نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا اور بغاوت کی نسبت کی ہے وہ بھی آپ کے نزدیک سبائی دھندا اختیار کر کے رفض کی خوبصورت اور بہت لطیف تائید کرتے رہے ہیں۔ ذرا کھل کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔ صرف چکوالی چکوالی کہنے سے کیا فائدہ۔ میں نے تو ان اکابر محققین کی عبارتیں ہی پیش کی ہیں اور انہی کے مسلکِ حق کی ترجمانی کی ہے اور حسب ذیل حضرات کی عبارتیں خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۹۰ تا ص ۶۰۹ پر درج کر دی ہیں:

(۱) امام عبد القاہر بغدادیؒ متوفی ۴۲۹ھ (۲) علامہ ابن حزم اندلسیؒ متوفی ۴۵۶ھ (۳) امام ابو اسحٰق اسفرائینیؒ متوفی ۴۱۸ھ (امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ (۵) قاضی ابوبکر بن العربیؒ متوفی ۵۴۳ھ (۶) حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ (۷) امام نوویؒ متوفی ۶۷۶ھ (۸) صاحب ہدایہ امام علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۹) شارح ہدایہ امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ (۱۰) امام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ (۱۱) حافظ ابن کثیر محدث و مفسر متوفی ۷۷۴ھ (۱۲) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

(۱۲) حافظ ابن حجر مکی رح متوفی ۹۷۳/۹۷۴ھ (۱۳) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح متوفی ۱۰۳۴ھ (۱۴) علامہ علی قاری محدث حنفی رح متوفی ۱۰۱۴ھ (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح متوفی ۱۱۷۶ھ (۱۶) علامہ مولانا عبد العزیز فرہاروی رح متوفی ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ھ (۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح بانی دار العلوم کراچی۔ ان کے علاوہ تمام اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے اور یہ مسلک جمہور اہل سنت کا ہے۔ ان حضرات میں سے امام عبد القاہر بغدادی رح، امام ابو اسحٰق اسفرائینی رح، امام غزالی رح، امام نووی رح، امام ابن ہمام رح، حافظ ابن کثیر رح، حافظ ابن حجر عسقلانی رح، حافظ ابن حجر مکی رح، حضرت مجدد الف ثانی رح اور علامہ فرہاروی رح نے تصریح کی ہے کہ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے لیکن اس کے برعکس حکیم محمود احمد ظفر اور قاضی شمس الدین درویش حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ان مشاجرات وقتال میں دونوں کی اجتہادی خطا مانتے ہیں۔

امام غزالی رح | حجۃ الاسلام امام غزالی رح نے تو تصریح کردی ہے کہ: لم یذھب الی تخطئۃ علیؓ ذو تحصیل اصلاً (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۲) "اور کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ حضرت علی رض کو کہا ہو کہ وہ خطا پر تھے" (مذاق العارفین ج ۱ ترجمہ احیاء العلوم) اور قاضی ابوبکر بن العربی رح نے تو یہ فرمایا ہے کہ: اگر حضرت علی رض کی جنگ نہ ہوتی تو ہمیں باغیوں سے جنگ کرنے کا طریقہ ہی نہ معلوم ہوتا! (العواصم من القواصم مترجم ص ۳۱۶)

امام اعظم رح: | اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاری حنفی محدث رح لکھتے ہیں: قال ابوحنیفۃؒ لولا علیؓ لما یعرف السیرۃ فی الخوارج (شرح فقہ اکبر) امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر حضرت علی رض نہ ہوتے تو خوارج کے بارے میں کوئی طریقہ معلوم نہ ہو سکتا۔ اور علامہ ابن حزم رح بھی فرماتے ہیں: وھو الامام الواجب طاعتہ (الفصل ص ۶۰) اور آپ (حضرت علی رض) ہی اس وقت امام تھے جن کی اطاعت واجب تھی۔ بہرحال اہل سنت والجماعت کا مسلک یہی ہے کہ ان مشاجرات (جنگ وقتال) میں حضرت علی رض کا اجتہاد صحیح تھا اور دوسرے حضرات سے اجتہادی خطا ہو گئی۔

ایک اہم مطالبہ | قاضی شمس الدین درویش اور حکیم محمود احمد ظفر سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اکابر محققین اہلسنت (جن میں متقدمین بھی ہیں اور متاخرین بھی) کی عبارتیں پیش کردی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رض کے باہمی مشاجرات میں

حضرت علیؓ مصیب تھے (یعنی ان کا اجتہاد صحیح تھا) اور حضرت معاویہؓ وغیرہ مخطی تھے یعنی ان سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی اور یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اسی طرح آپ بھی ان اکابر محققین اہلسنت کی عبارتیں پیش کریں جنہوں نے یہ لکھا ہو کہ ان مشاجرات میں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم دونوں سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی اور یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔

ایک مولانا کے خط کا جواب (درویش)

قاضی شمس الدین درویش ایک دوسرے مولانا کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں: دکھ کی بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ، حضرت عائشہؓ اور ان کے رفقائے کارؓ کو خطا کار ثابت کرنے کے لیے موصوف کرتب کھیل جانے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اپنے مضمون جون ۱۹۹۰ء مندرجہ "چار یار" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ندامت کے متعلق جو صرف ایک ہی سطر کی ہے وہ حاشیہ میں نقل کی اور اس کا ترجمہ بھی کیا اور حوالہ بھی ص ۱۸۰ ج ۳ منہاج السنۃ سے نقل کیا۔ پھر اس کی شرح بھی لکھی لیکن کیا یہ ظلم نہیں کہ اس ایک سطر کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے اسی صفحہ ۱۸۰ ج ۳ منہاج السنۃ پر حضرت علیؓ کی ندامت اور پشیمانی اور غیر جانبدار صحابہ کے موقف کی بھرپور تعریف اور تائید کی اور پھر حضرت معاویہؓ کی بھی اس مضمون میں تعریف کی تو اس کو جناب چکوالی صاحب عمداً چھوڑ دیے گئے۔ اب جناب ہی بتائیں کہ کیا اب بھی فقیر چپ رہے۔ یہاں تو اگر خاموش بنشینم گناہ است والی بات بن جاتی ہے۔

(نقیب ختم نبوت دسمبر ۱۹۹۰ء ص ۶ ہم قاضی مظہر حکچوالی سے میری قلمی جنگ)

الجواب

اگر کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے کا مطلب آپ کے نزدیک ان کو خطا کار ثابت کرنے کے لیے کوئی کرتب دکھلانا ہے تو پھر یہی فتویٰ ان حضرات اکابر پر بھی لگائیں جنہوں نے حضرت معاویہؓ اور ان کے رفقائے کار کو ان مشاجرات میں اجتہادی خطا کرنے والا قرار دیا ہے۔ آپ اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کہتے ہیں۔ اب پھر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

لیکن جمہور اہلسنت بر دلیلے کہ برایشاں ظاہر شدہ باشد برا نند کہ حقیت در جانب امیر بودہ و مخالف او راہ خطا را پیمودہ لیکن ایں خطا چوں خطائے اجتہادی است از ملامت و طعن دور است و از تشنیع و تحقیر پاک و مبرا۔ از حضرت امیر منقول است کہ فرمودہ برادران ما برما

باغی گشتند اینہا نہ کافراں و نہ فاسقاں۔ زیرا کہ ایشاں را تاویلے است کہ منع کفر و فسق می کند۔ پس اہل سنت و رفضہ ہر دو تخطئہ محارباں امیر می نمائند و ہر دو بحقیت جانب امیر قائل۔ لیکن اہل سنت زیادہ از اطلاق لفظ خطا کہ ناشی از تاویل است در حق محارباں امیر تجویز نمی کنند و زبان را از طعن و تشنیع ایشاں نگاہ می دارند و محافظت حق صحبت خیر البشر نمائند علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مکتوب ۳۶ ۔ طبع قدیم ص ۵۳-۵۴۔ لیکن جمہور اہلسنت اس دلیل کی بنا پر جوان پر ظاہر ہوئی ہے اس پر ہیں کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضہ) حق پر تھے اور آپ کے مخالف غلط راہ پر ملے لیکن یہ چونکہ اجتہادی خطا ہے اس لیے ملامت اور طعن سے دُور ہے اور تشنیع و تحقیر سے پاک اور مبرا ہے) حضرت امیر (علی رضہ) سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے بھائی ہمارے خلاف باغی ہو گئے لیکن یہ نہ کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر اور فسق سے روکتی ہے۔ پس اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت علی رضہ سے لڑنے والوں کو خطا پر قرار دیتے ہیں اور دونوں حضرت امیر رضہ کے حق ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن اہل سنت خطا سے زیادہ کوئی لفظ حضرت امیر رضہ سے لڑنے والوں کے بارے میں نہیں بولتے کیونکہ ان کی خطا کا منشا تاویل ہے اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے زبان کو روکتے ہیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کے حق کی حفاظت کرتے ہیں علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات)

(۲) میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب آفتاب ھدایت رد رفض و بدعت" کی ایک عبارت سے درویش صاحب نے یہ غلط نتیجہ نکالا تھا کہ مولانا دبیر مرحوم بھی حضرت علی رضہ اور حضرت معاویہ رضہ دونوں کی اجتہادی خطا تسلیم کرتے ہیں۔ میں نے ان کے استدلال کا رد کیا تھا اور حضرت علی المرتضیٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے متعلق جو حضرت والد صاحب نے لکھا ہے کہ دونوں سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی۔ میں نے لکھا تھا کہ انہوں نے شیعوں کو یہ الزامی جواب دیا ہے اور اسی سلسلہ میں بندہ نے منہاج السنۃ ج ۲ صـ۱۸۰ سے حاشیہ میں یہ عبارت درج کی تھی: وکذلک عائشۃ رضی اللہ عنہا ندمت علی مسیرھا الی البصرۃ وکانت اذا ذکرتہ تبکی حتی تبل خمارھا الخ: اور اسی طرح حضرت عائشہ رضہ اپنے بصرہ جانے پر پریشان ہوئیں اور جب آپ اس کو یاد کرتیں تو اس قدر روتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی (ماہنامہ حق چاریار رضہ ص ۱۰۲ ماہ جون جولائی ۱۹۹۰ء) میری اس تحریر کو جناب درویش صاحب

نے مورد طعن بنالیا اور اتنے غضب ناک ہو گئے کہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اب بھی خاموش رہوں تو گناہ ہو گا،
اور ان کے نزدیک میرا جرم یہ ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ندامت کے متعلق تو عبارت لکھ دی
لیکن اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے جو حضرت علیؓ کی ندامت کا ذکر کیا ہے اس کو نظر انداز کر دیا۔

حضرت علیؓ کا ندامت نامہ

میں نے تو مختصراً حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق ابن تیمیہؒ کی عبارت لکھی تھی لیکن قاضی درویش صاحب نے تو حضرت علی المرتضیٰؓ کا مفصل "ندامت نامہ" (از ص ۴۷ تا ص ۵۰) چار صفحات میں پیش کر کے اپنا عندیہ ظاہر کر دیا ہے۔ بخوفِ طوالت ہم اس کے بعض ضروری اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ درویش صاحب لکھتے ہیں:

خلیفہ راشد چہارم حضرت علیؓ کے اس واضح "ندامت نامہ" کو پڑھ کر جب فقیر قاضی چکوالی صاحب کے کرتوت دیکھتا ہے تو مدعی سست گواہ چست یا من چہ سرائم و طبورہ من چہ سراید والی بات ہی نظر آتی ہے۔ فقیر حضرت علیؓ کا یہ منظوم اور منثور مفصل ندامت نامہ منہاج السنۃ ص ۱۸۰ ج ۳ سے ہی باترجمہ نقل کرتا ہے۔ خود جناب پڑھ لیں اور چکوالی صاحب کی سبائیت نوازی کی داد دیں کہ اس مفصل ندامت نامہ کو کس طرح چھوڑ گئے۔ جناب چکوالی صاحب کے مشاجرات کو صحابہ کے خارزار میں نہ الجھنے کے لیے فقیر نے ہر جتن کیا لیکن سوائے افسوس کے اور فقیر کیا کر سکتا ہے۔ شاید چکوالی صاحب کا مشن ہی یہی ہے کہ مشاجرات کے بھولے بسرے واقعات دوبارہ منصۂ شہود پر آ جائیں اور گڑھے مردے اکھیڑتے رہیں۔ فیا للاسف۔

اب خلیفہ راشد چہارم امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا "ندامت نامہ" ترجمہ سمیت پیش خدمت ہے اور بڑے دکھ سے یہ واقعات منظر عام پہ لانے پڑے ہیں۔ پوری دنیا کا باطل ملت واحدہ بن کر اسلام کو للکار رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ آپس کی سر پھٹول سے فارغ نہیں۔ مودودی صاحب نے سنیوں کا لبادہ اوڑھ کر جس طرح رفض کو کمک پہنچائی وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اب وہی کام جناب چکوالی صاحب کر رہے ہیں اور افسوس کہ سنیوں کے سرمایہ سے کر رہے ہیں۔ دعائیں فرمائیں فقیر کا زیر ترتیب مضمون مکمل ہو جائے پھر چھپ بھی جائے تو وہ انکشافات سامنے آئیں گے کہ ستی دنیا حیران رہ جائے گی۔ (از درویش ڈاکخانہ ہری پور ہزارہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء) اب خلیفہ چہارم

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مفصل ندامت نامہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ ص ۱۸۰ جلد ۳ پر سطر ۸ تا ۱۶ پر لکھتے ہیں: وعلی بن طالب رضی اللہ عنہ ندم علی امور فعلها من القتال وغیرہ وکان یقول (آگے یہ مثلث (سہ بیتہ) نقل کیا ہے۔ لقد عجزت عجزۃ الخ

اردو ترجمہ: اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ان بہت سے کاموں پر نادم اور پشیمان ہو گئے تھے جو موصوف نے (جمل و صفین) کی جنگوں کی صورت میں کیے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ایسا بے بس ہو گیا تھا کہ میرے پاس اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے اور آئندہ میں بہت ہوشیاری سے چوکنا ہو کر رہوں گا اور متفرق اور منتشر آراء کو مجتمع کر کے رکھوں گا (یعنی ایک ہی رائے پر پختہ رہوں گا) اور صفین کے زمانے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رض اور حضرت سعد بن مالک (ابی وقاص) سے کیا اچھا (غیر جانبداری والا) موقف اختیار کروایا تھا جس موقف پر وہ ثابت قدم بھی رہے تھے۔ ان کا یہ موقف اگر اچھا ہے تو اس کا اجر بہت بڑا ہے۔ اگر غلط ہے تو بھی اس کی برائی بہت کم ہے۔ پھر حضرت حسن رض کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یا حسن۔ یا حسن! تیرے باپ کو یہ گمان نہ تھا کہ معاملہ اتنا بڑھ جائے گا اور اب تو تیرا باپ یہ آرزو کرتا ہے کہ یہ سب کچھ پیش آنے سے بیس برس پہلے کاش کہ تیرا باپ مر چکا ہوتا اور جب آپ صفین سے واپس آئے تو آپ کا انداز کلام بالکل ہی بدل گیا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ لوگو! معاویہ کی حکومت کو برا مت سمجھو کیونکہ اگر تم معاویہ رض کو بھی گم کر بیٹھے تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے کندھوں سے کیسے اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ روایت حضرت علی رض سے دو یا تین مختلف طریقوں سے مروی ہے اور تواتر کے ساتھ ایسی روایات موجود ہیں کہ پیش آمدہ حالات اور واقعات کو آپ آخر میں ناپسند کرنے لگے تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور برائیاں اور شر بہت بڑھ چکے ہیں اور اس سے یہی پختہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر حضرت علی رض کو ان پیش آمدہ حالات کا پہلے سے علم ہو جاتا جو واقعات بعد میں ان کو پیش آئے تھے تو جو کچھ وہ کر چکے تھے ہرگز نہ کرتے۔ منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۰ مطبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۱ء از سطر ۹ تا سطر ۱۶۔ کل ۸ سطر) اس کے بعد حاشیہ پر درویش صاحب لکھتے ہیں: اس مفصل ندامت نامے نے چکوالی صاحب کے خود تراشیدہ تصورات اور تخیلات کو جو وہ سالہا سال سے تعبیر کر رہے تھے ایک جھٹکے میں زمین دوز کر کے رکھ دیا اور اس سے صاف واضح ہو گیا

کہ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان عزیز جانثار اصحاب کے موقف کو کتنا اچھا سمجھنے لگ گئے تھے اور حضرت معاویہ رضہ کے وجود کو اُمتِ مسلمہ کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھتے تھے اور امام ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ کے متعدد مقامات پر اس ندامت نامے کو قدرے اختصار سے ہو بہو لکھا ہے جو آگے آرہا ہے اس کے بعد درویش صاحب نے ابن کثیرؒ کی بھی وہ عبارت پیش کی ہیں جن کے نقل کرنے کی اب ضرورت نہیں۔ پھر آخر میں درویش صاحب لکھتے ہیں: سبحان اللہ حضرت علی رضہ نے کتنا سچ فرمایا حضرت معاویہؓ کا وجود فتنوں کے آگے ایک مضبوط بند تھا۔ وہ بند جب ٹوٹا تو پھر واقعہ کربلا۔ واقعہ حرّہ اور حصار و شہادت حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے پے در پے المناک واقعات امت مسلمہ کے سر سے گزر گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ کہا کسی نے۔ "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(نقیب ختم نبوت دسمبر ۱۹۹۰ء)

الجواب: (۱) قارئین حضرات اندازہ فرمائیں درویش صاحب کس طرح مزے لے لے کر حضرت علی رضہ کا ندامت نامہ پیش کر رہے ہیں اور ایک دفعہ نہیں بلکہ غالباً چھ مرتبہ انہوں نے حضرت علی رضہ کا مفصل ندامت یا ندامت نامہ" کے الفاظ لکھے ہیں اور اگر بالفرض میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی ایسا عنوان قائم کرتا تو پھر یہ یزیدی درویش ماتمیوں کی طرح ہائے واویلا سے اودھم مچا دیتے۔

(۲) حضرت علی رضہ المرتضیٰ کے منقولہ ندامت نامہ کے متعلق تو بعد میں عرض کروں گا پہلے درویش صاحب سے میرا سوال یہ ہے کہ میں نے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی منقولہ عبارت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ابن تیمیہؒ کی عبارت چھوڑ دی تھی (جس کو آپ سبائیت نوازی سے تعبیر کر رہے ہیں لیکن آپ نے اس سے پہلے کی عبارت کیوں درج نہیں کی جس میں حضرت عثمان ذوالنورین کی ندامت اور توبہ کا ذکر ہے اور آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق مندرجہ عبارت سے پہلے کی عبارت بھی نقل نہیں کی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی ندامت کا ذکر ہے۔ کیا آپ کا یہ درویشانہ کرتب قابلِ مدح ہے؟

ابن تیمیہؒ کی سابقہ عبارت حسب ذیل ہے: وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تاب توبۃ ظاھرۃ من الامور التی صاروا ینکرونھا ولیظھرلہ انھا منکر وھذا ماثور مشھور عنہ رضی اللہ عنہ وارضاہ وکذلک عائشۃ رضی اللہ عنہا ندمت علی مسیرھا الی البصرہ وکانت اذا ذکرتہ تبکی حتی تبل خمارھا وکذلک طلحۃؓ ندم علی ظن من تفریطہ فی نصر عثمان وعلی غیر ذلک

والزبیرؓ ندم علی مسیرہ یوم الجمل وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ندم علی امور فعلہا من القتال وغیرہ وکان یقول الخ (منہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۸۰)

حضرت عثمانؓ بن عفان کے جن امور پر لوگوں نے نکیر کی تھی اور آپ پر بھی یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ منکر امور ہیں تو آپ نے ان امور سے ظاہر طور پر توبہ کر لی اور یہ بات آپ سے منقول اور مشہور ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے بصرہ کے سفر پر ندامت کا اظہار کیا اور جب آپؓ اس کا ذکر کرتی تھیں تو آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور اسی طرح حضرت طلحہؓ نے بھی ندامت کی اور حضرت زبیرؓ بھی جنگ جمل میں شریک ہونے پر پشیمان ہوئے اور حضرت علیؓ بھی جنگ و قتال کرنے پر پشیمان ہوئے الخ

(ب) اور علامہ ابن تیمیہؒ نے اسی سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ: انہ تاب من امور کثیرۃ انکرت علیہ وندم علیہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان بہت سے کاموں سے توبہ کر لی اور ان پر پشیمان ہوئے جن کی وجہ سے ان پر نکیر کی گئی تھی۔

(۲) اور ابن تیمیہؒ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد خود لکھتے ہیں کہ: ولم یتول احد من الملوک خیرا من معاویۃ فھو خیر ملوک الاسلام وسیرتہ خیر من سیرۃ سائر الملوک بعدہ (منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۱۲۱)

اور بادشاہوں میں سے کوئی بھی حضرت (معاویہؓ) سے بہتر بادشاہ نہیں ہے آپ اسلام کے ملوک (بادشاہوں) میں سب سے بہتر ہیں اور آپ کی سیرت باقی تمام بادشاہوں کی سیرت سے بہتر ہے۔

نیز لکھتے ہیں۔

وعدل عمر بن عبدالعزیز اظہر من عدل معاویۃ وھو ازھد من معاویۃ

(منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عدل حضرت معاویہؓ کے عدل سے زیادہ ظاہر ہے اور وہ حضرت معاویہؓ سے زیادہ زاہد ہیں الخ

(۳) اور اس کے بعد ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی کے متعلق لکھتے ہیں:

وعلیؓ آخر الخلفاء الراشدین الذین ولایتہم خلافۃ نبوۃ ورحمۃ (ایضاً ص ۱۲۱)

اور حضرت علیؓ خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ راشد ہیں جن کی حکومت خلافت نبوت و رحمت ہے اور اس کی تائید میں ابن تیمیہؒ نے یہ حدیث پیش کی ہے:

تکون نبوة ورحمة ثم تکون خلافة نبوة ورحمة ثم یکون ملک ورحمة ثم یکون ملک (ایضاً ص ۱۲۱)

پہلے نبوت اور رحمت ہوگی پھر خلافت نبوت اور رحمت ہوگی پھر بادشاہی اور رحمت ہوگی پھر بادشاہی ہوگی

اس حدیث کے تحت علامہ ابن تیمیہؒ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوت و رحمت کے بعد دورِ خلافت نبوت و رحمت کا مصداق چار خلفاء راشدین کو قرار دیا ہے اور ملک و رحمت کا مصداق حضرت معاویہؓ کو قرار دیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابن تیمیہؒ حضرت معاویہؓ کو خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتے بلکہ ملوک (بادشاہوں) میں شمار کرتے ہیں البتہ آپ کو تمام بادشاہوں سے بہتر بادشاہ تسلیم کرتے ہیں لیکن قاضی درویش صاحب کے نزدیک تو امام ابن تیمیہؒ بھی سبائیوں کی فہرست میں شمار ہو جائیں گے کہ انہوں نے آیت اولئک ھم الراشدون کو نظر انداز کر کے حضرت معاویہؓ کو ملوک میں شامل کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کی ندامت سے پہلے حضرت عثمان ذوالنورینؓ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے اظہارِ ندامت کے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ کی جو عبارتیں پہلے نقل کی گئی ہیں ان پر آئندہ قسط نمبر (۸) میں انشاء اللہ تعالیٰ تبصرہ کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین

صحابہ رضہ کی کیا خوب! عالی مقامی
جبینوں کو اُن کی تھی ماہِ تمامی!

ہُوا جن سے معمورۂ کیف گھر گھر
تھی کیا خوب تر! اُن سے خوشتر نظامی

بہ تحصیلِ حکمات و فرزان و دانش
بہ پاکاریٔ مصطفٰے صلعم تھی دوامی

سمن سے کہ جیسے ہو پھولوں کی بارش
بہم اُن رضہ کی ہوتی تھی یُوں خوش کلامی

بہ "فیروزمندیٔ دیں" صد جلالت
محاذوں میں اُن سے رہی انتحامی

لگائے جو ان رضہ پیشواؤں کو تہمت
ہے اس کے دل و جاں کو دُخانِ فامی

نبی صلعم اور آل رضہ و صحابِ رضہ نبی صلعم پر
ہے بیچین سے صد ارادت سلامی

بیچین رجپوری (بدایونی)

ایڈیٹر کے قلم سے

نام کتاب — تب وتاب جاودانہ

مصنف — مولانا محمد سعید خان صاحب

طباعت — عمدہ صفحات ۴۲۴

قیمت — درج نہیں

ملنے کا پتہ — ادارہ مطبوعات اسلامیہ، بی-۲، گیلانی مارکیٹ، پرانا قلعہ راولپنڈی

کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ جہاد کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ یوں تو اس موضوع پر ہمارے اکابر کی متعدد تصانیف ہیں جن میں اس مقدس موضوع پر نہایت بسط سے کلام فرمایا گیا ہے اور منکرین جہاد کو دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں لیکن اس موضوع پر جس شستہ انداز میں حضرت مولانا سعید خان صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ نہایت قابل تحسین ہے مولانا نے اس کتاب کو سات ابواب پر تقسیم فرمایا ہے۔ پہلا باب جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ اور اس کا آغاز۔ جہاد کی شرعی حیثیت، جنگ اور جہاد میں فرق اور مرتبہ شہادت متعدد آیات و احادیث کے حوالوں سے نہایت بلیغ انداز میں پوری تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

دوسرے باب میں شہادت مقصود مؤمن کے عنوان اور اس کے ذیلی بیسیوں عنوانات قائم فرمائے۔ غزوۂ بدر وغیرہ میں صحابۂ کرامؓ کا جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کے متعدد واقعات دل کش انداز میں تحریر فرما کر کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ آخر میں برصغیر پاک وہند میں جہاد آزادی کی تحریک پر بحث فرمائی ہے نیز جہاد کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں کو درج فرما کر کتاب کو مزید بابرکت بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہٗ کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور عوام وخواص کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشیں۔ یہ کتاب ہر لائبریری کی انتہائی اہم ضرورت ہے۔ مخیر حضرات اس کتاب کے نسخے مستحق طلبہ میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

پروفیسر چودھری محمد حسین شاکر عروجیؔ ایم۔ اے ایم۔ او۔ ایل۔ بی ایڈ مدیر اعلیٰ ماہنامہ پرچم فیصل آباد

ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور، پاکستان میں نفاذِ شریعت کا داعی، وکیلِ صحابہؓ، عقیدۂ توحید کا علمبردار علم، دینی تشکک و تذبذب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں فانوسِ ہدایت و قمقمۂ رشد و لمعۂ فیضان، اعلیٰ کاغذ عمدہ طباعت با مرہ نواز گٹ اپ اور دلکش کتابت ۔

پرچا قریب و دُور ہے حق چار یارؓ کا
پھیلا سرور و نُور ہے حق چار یارؓ کا

قتّالِ رافضات ہے جلّادِ منکرات
کیا دعویٰ ظہور ہے حق چار یارؓ کا

مانوس جس سے ہر دلِ سنّت مآب ہے
وہ رشتۂ شعور ہے حق چار یارؓ کا

ایمانیات کا اسے طغرائے نو کہیں
ہمدم! یہ حق ضرور ہے حق چار یارؓ کا

جناب عبدالکریم صابر، چیف ایڈیٹر ہفت روزہ "مخلص" ڈیرہ اسماعیل خان

پہلا پرچہ موصول ہونے پر مندرجہ ذیل قطعات تاریخ ہو گئے تھے :

ان پر خدائے پاک کا فضلِ عظیم ہے
ان پر نگاہِ خاص شہِ مشرقین ہے
عبدالشکور لکھنویؒ باقی نہیں تو کیا
فضلِ خدا سے "باقی جو مظہر حسین ہے"

۱۴۱۰ھ

دُنیا میں جس کا پھیلا ہُوا فیضِ عام ہے
ہر ایک دل میں جس کا بڑا احترام ہے
ہے ان کے نام نامی میں اک دلکشی عجیب
"مظہر حسین نام لطافت کلام ہے"

۱۴۱۰ھ

جناب نصیر احمد صاحب طالب علم گورنمنٹ ہائی سکول نیلہ جماعت دہم (ضلع چکوال)

اپنی محبوب ترین پیاری جماعت تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان کا دیدہ زیب نظام خلافت راشدہ کا داعی، خوبصورت ٹائٹل والا ماہنامہ حق چاریارؓ اپنے بھائی قاری تصور حسین کی معرفت عرصہ ڈیڑھ سال سے بڑی یکسوئی سے مطالعہ کرتا چلا آرہا ہوں۔ سچ ہے اور دل کی گہرائیوں سے یہ بات کہتا ہوں کہ بندہ نے متعدد رسالہ جات کا مطالعہ کیا لیکن اس رسالہ کے اعلیٰ مضامین اور طرز تحریر دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور حضرت اقدس قائد اہلسنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے لیے دلی دعا نکلی، الحمد للہ خود بھی ماہنامہ حق چاریارؓ کا مطالعہ کرتا ہوں اور اپنے گاؤں کے تمام دوستوں کو بھی مطالعہ کرنے کے لیے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رفقائے خدام کو مزید ہمت و ترقی مرحمت فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

قارئین حق چاریارؓ کی خدمت میں گذارش ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنے نام کے ساتھ خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں اور جواب طلب امور کے لیے ساتھ جوابی لفافہ ارسال کریں۔

زُہدِ صدیقؓ

ایک دن صدیقؓ کے بچوں نے اماں سے کہا　　پیاری اماں جان کبھی تو دیں ہمیں حلوہ

التجا کے جوش نے مغلوب ماں کو کر دیا　　جب کہا بچوں نے اٹھ

تھی مگر یہ فکر ماں کو کس طرح حلوہ بنے　　جس سے حلوہ بن سکے اتنا تو روز

بعد از غور و تجسس ماں نے دل میں یوں کہا　　تھوڑا تھوڑا لوں اگر میں خرچ سے

چند دن میں اتنا پس انداز کر سکتی ہوں میں　　جس سے حلوہ بال بچوں کے لیے لا

اُن کی یہ تدبیر آخر کارگر ثابت ہوئی　　چند دن میں یوں بچت کر کے لیا

کھا کے حلوہ خوش ہوئے صدیقؓ کے اہل و عیال　　اور تہِ دل سے خدا کا شکر سب لائے

شام کو جب حضرت صدیق اکبرؓ آئے گھر　　اہلیہ نے سامنے کچھ لا کے حلوہ

دیکھ کر حیرت سے بیوی کی طرف کہنے لگے　　خانۂ صدیقؓ میں حلوہ کہاں سے

داستاں حلوے کی بیوی کی زباں سے جب سنی　　پھر تو اس پروانۂ شمعِ نبوت نے

اس عمل سے تو مجھے معلوم ہوتا ہے یہی　　مل رہا ہے ہم کو روزینہ ضرورت سے

اس سے کم میں بھی ہمارا کام چل سکتا ہے جب　　اس سے زائد خرچ کرنا جرم ہے

تھوڑا تھوڑا کر کے جتنی کی تھی بیوی نے بچت　　اُتنی ہی مقدار دی فوراً وظیفے

یہ تھا اُس پروانۂ شمعِ رسالت کا طریق　　یہ تھا خاکہ مختصر سا اس کی بود و باش کا

سنتِ سرکارؐ تھی ہر حال میں مدِ نظر　　قلب پر رہتا تھا طاری ہر گھڑی خوفِ خدا

ہر ادا صدیق اکبرؓ کی خدا کو تھی پسند　　عمر بھر راضی رہے اُن سے حبیبِ

شان میں صدیقؓ کی سرور جو گستاخی کرے
اُس شقی ملعون کا مسکن ہے دوزخ کا گڑھا

حضرت سرور میراتی (لاہور)